

واصف علی واصف

شراب



واصف علی واصف

شبان

کاشفِ پبلی گیشینز

۱۰۳۰-۷، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

دسری بیورز: غزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	شب راز
مصنف	:	واصف علی واصف
ناشر	:	کاشف پبلیکیشنز
	:	۳۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن۔ لاہور
سال اشاعت	:	۱۹۹۴ء
ترتیب و تزئین	:	ڈاکٹر مخدوم محمد حسین
کتابت	:	رئیس نذیر احمد
قیمت	:	۱۷۵ روپے

عرضِ ناشر

واصف صاحب کے کلام کا پہلا مجموعہ ”شب چراغ“ کے نام سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا تھا۔ معرفت کی خوشبو میں رچا ہوا یہ کلام اہل دل حضرا میں بہت مقبول ہوا۔ اہل قلم حلقوں میں اس ذوق کی شاعری کا بڑا خیر مستدم کیا گیا۔ بعد میں کچھ اضافے کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا گیا۔ پھر بھی بہت سا کلام بچ رہا۔ مختلف روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں میں چھپنے والا کلام انہوں نے اپنی طبعی حیا کے دوران ہی لیکارڈ میں لگوادیا تھا۔ کچھ کیسٹوں میں اور قوالی کی صورت میں کلام موجود تھا، یہ کلام کئی مرتبہ واصف صاحب کے سامنے بھی سنایا گیا۔ بقیہ کلام مخطوط یا باقاعدہ کتابت کی صورت میں ہے۔ اس سارے کو اکٹھا کر کے زیر نظر مجھے ”شب راز“ کے نام سے انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ادارے کو قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔ اگر کسی صاحب کے پاس مزید کلام ہو تو استدعا ہے کہ وہ ادارے سے ضرور رابطہ کریں۔

فہرست

۱۳	حمد باری تعالیٰ : اے ربِّ سَمَوَاتِ تیری ذاتِ درابہ
۱۴	اللہ ہی اللہ : الف سے اللہ
۱۹	اللہ
۲۱	اے شہِ انس و جانؑ
۲۵	السلام اے سبز گنبد کے مکینؑ
۲۷	تصویرِ حسنِ بے نشان
۳۰	نعتؑ : الفوارِ برستے رہتے ہیں
۳۲	نعتؑ : وہی ہے باعثِ تخلیق ہستی عالم
۳۳	یارِ رسول اللہؐ
۳۶	صلی علیٰ محمدؐ
۳۸	نعتؑ : خادرِ کہوں کہ بدرِ منورِ کہوں تجھے
۴۰	دعائے : شبِ فزقت کٹے کیسے سحر ہو
۴۲	مدینہ : کھرتے ہیں کرم جس پہ بھی
۴۳	معراج کی رات
۴۵	مستی فزقت کی ہو یا عزبت کی
۴۶	یا علیؑ کہہ دیا تو کیا حاصل
۴۷	یا علیؑ درد کی پکار ہوں میں
۴۸	برانہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
۴۹	بتاسکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
۵۰	آیا دوڑ علیٰ حیدر
۵۲	کیا تیری شان ہے
۵۶	دم ہمہ دم علیؑ
۵۸	من مکت مولیٰ
۶۱	حیدر حیدر

۶۲	علیؑ
۶۳	السلام اے سائی کوثر کے نور
۶۵	سید و سرور محمد کے جمال
۶۶	السلام اے کرامِ قبلتین
۶۷	حسینؑ، سایہ مصطفیٰؐ حسینؑ
۶۸	امام حسینؑ
۶۹	غمِ شبیرؑ
۷۰	گنج بخش فیض عالمؑ
۷۱	دانا کے غلاموں کو
۷۲	خواجہ مُعین الدینؑ
۷۳	سائیں محمد حسین کا نواں والی سرکارؑ
۷۴	غلامِ مصطفیٰؐ ہوں
۷۵	نشانِ کارِ دواں
۷۶	تیری یاد کا ولی ہوں
۷۷	تیں
۷۸	اذانِ حُر
۷۹	فضلِ گل
۸۰	رنگِ چمن
۸۱	شہر لاہور تھا
۸۲	سرِ سریشِ نعرہ بپا ہوا
۸۳	طالبِ علم سے
۸۴	اور میں ہوں
۸۵	میں کون ہوں
۸۶	نہ یہ راز ہے نہ سراپ ہے
۸۷	مزدور
۸۸	عشق
۸۹	

ظہورِ مولیٰ ۱۱۶
تلاش ۱۱۸
باغوں میں ہزار کی — میں قطرے میں ہوں — عید مبارک ۱۲۵ تا ۱۱۹

غزلیں

۱۲۷ ترے جلوؤں کی زد میں آ گئے ہیں
۱۲۸ اک درد کا قصہ یاد رہا
۱۲۹ اپنے دیس میں میں پر دیسی
۱۳۱ تیرا ملنا محال کیا ہوگا
۱۳۲ دابر ہستی منتظر ہے
۱۳۳ میخانے کا در، ہے مست نظر
۱۳۵ مرے ہی دل میں رہے
۱۳۷ مجھ کب زندگی کی آرزو ہے
۱۳۹ جو سنا تھا سنا دیا میں نے
۱۴۱ مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
۱۴۳ مستی عرفان ہی ہستی کا میری ناز ہے
۱۴۵ تو عبادتِ زباں سے کرتا ہے
۱۴۶ غم میں ڈوبے چاند ستارے
۱۴۷ شبِ غم ہے کہ کوہِ گمراہ ہے
۱۴۸ ظلمتِ شب میں ترے وعدے چراغاں کر گئے
۱۴۹ اب بیت گیا و عُدے کا دن
۱۵۰ فدا کی ہے تیری راہ میں فنا کی
۱۵۱ ترے خیال نے بخشی تھی جو خوشی نہ رہی
۱۵۲ مستی مے عرفان کی کم ہو نہیں سکتی
۱۵۳ مرجا حسن شانِ بختِ ثانی
۱۵۵ بے ابھی تک جو سفر میں رہ میری منزل سہی
۱۵۶ مرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے

- ۱۵۸ ————— قدم قدم تیری راہوں میں گو چرائے جلتے
- ۱۵۹ ————— انہیں بھی ہماری خبر ہو گئی
- ۱۶۰ ————— آدمی کا آدمی شیدا ملے
- ۱۶۱ ————— مری ہستی عبادت ہو گئی ہے
- ۱۶۲ ————— یار کو لشکر دیکھا ہے
- ۱۶۳ ————— ہر ذرہ ہے اک وسعت صحرا میرے آگے
- ۱۶۵ ————— تو کرے ستم ہے ستم کرم
- ۱۶۷ ————— رند مولیٰ کیسے کانٹیں شامِ غم
- ۱۶۹ ————— دل ان سے جو مانگا تو پشیمان ہوئے ہم
- ۱۷۱ ————— میں تو ہوا ہوں گردشِ شام و سحر میں گم
- ۱۷۳ ————— کیا ملے واصف کی مستی کا سراج
- ۱۷۴ ————— ٹکرا گئی کسی کی نظر سے مری نظر
- ۱۷۶ ————— گل کی بات سناؤں آج
- ۱۷۸ ————— چلتے چلتے رُک گئی نبضِ حیات
- ۱۷۹ ————— روتے روتے گزار دی ہے رات
- ۱۸۰ ————— مجھے منظور کب تھی زندگی تجھ سے جدا ہو کر
- ۱۸۲ ————— مجھ کو تیری تلاش کیا ہے اب ۱۸۱ ————— قیس لیلیٰ بنا نہ قیس رہا
- ۱۵۳ ————— تمھاری یاد میں ہر ذرہ دل، دل نظر آیا
- ۱۸۵ ————— میں کہاں حسن آشنا ہوتا
- ۱۸۶ ————— تو ہے تیری آرزو ہے میں کہاں
- ۱۸۷ ————— بار بار آزما کے چھوڑ دیا
- ۱۸۸ ————— دل کے اندر کبھی ورا دیکھا
- ۱۸۹ ————— غزل کیا ہے فقط اشکوں کی مالا
- ۱۹۱ ————— ایک وجہِ متدار باقی ہے
- ۱۹۳ ————— مراد جو دیکھا تھا تیرے پیار سے پہلے
- ۱۹۵ ————— بدلے ہوئے حالات سے ڈر جانا ہوں اکثر

- ۹۶ میرے وطن کی خیر مری انجن کی خیر
- ۱۹۸ اپنی خبر نہیں ہے تیرے انتظار میں
- ۲۰۰ غم زمانے کے اور جاں تنہا
- ۲۰۲ جہاں پھیلے تیری یادوں کے سائے
- ۲۰۳ قلیل ناز ہوئے ہم کہ شہباز ہوئے
- ۲۰۴ آب آئے تو موت بھی آئی
- ۲۰۴ بہت بکے مگر رندوں نے کی ہیں ہوش کی باتیں
- ۲۰۵ بے نیاز کھنڈر ایمان ہو گیا
- ۲۰۸ آسمان بھی جنوں کے زیرِ دام
- ۲۱۰ تو ہوا کس کے انتظار میں محم
- ۲۱۲ مجھے تم سے محبت، توبہ توبہ
- ۲۱۳ یہ تیری نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے
- ۲۱۵ تمہارے وعدے بہت ہم نے آزمائے ہیں
- ۲۱۶ بزم امکاں میں رہوں کون و مکاں تک دیکھوں
- ۲۱۷ ان سے ہو روز ملاقات ضروری تو نہیں
- ۲۱۸ ان کے رخ پہ لگاہ کرتا ہوں
- ۲۱۹ نہ میں آیا نہ میں لایا گیا ہوں
- ۲۲۱ بلا عنوان فسانے ہو رہے ہیں
- ۲۲۲ اب کہاں اجتناب کے دن ہیں
- ۲۲۳ ہمارے پاس تھے کل تک جو زندگی کی طرح
- ۲۲۴ تجھے پایا ہے خود کو کھو گیا ہوں
- ۲۲۵ جہاں راز ہوں وہ سحر ہوں
- ۲۲۶ تمہاری انجن گر لایا گیا ہوں
- ۲۲۷ ذوقِ منزل، تڑپ، لگن ہے کہاں
- ۲۲۹ بے نام داستان ہے ارمانِ زندگی
- ۲۳۰ ارزو اتنی ہے جانِ آرزو

- ۲۳۲ ہوش و خرد کی راہ میں
- ۲۳۳ کیا سناؤں میں دل کا افسانہ
- ۲۳۵ میرے ندیم میرے ہمسفر میرے محسن
- ۲۳۶ ملے ہیں ہم ان سے نامحسوسانہ
- ۲۳۷ نہیں کہاں اور کونے یا کہاں
- ۲۳۹ آج ان کا پیغام آیا ہے
- ۲۴۰ چاند کے انتظار میں تارے
- ۲۴۲ پیٹار سے دل بڑا ہی ڈرتا ہے
- ۲۴۳ ہم نے مانگا تھا کیا نظر کے سوا
- ۲۴۴ رہنمائی ملے رستے لمبے
- ۲۴۶ ہم طرزِ فحشاں اور ہی ایجاد کریں گے
- ۲۴۷ لگا ہیں کھل گئیں لبِ بس گئے ہیں
- ۲۴۸ زندگی آپ کی امانت ہے
- ۲۴۹ رازِ اُلفت عیاں نہ ہو جائے
- ۲۵۰ موسمِ گل کیا گیا سب آتشیں جذبے گئے
- ۲۵۱ دشمن ہے میٹھی جان کا ہر آدمی جہاں
- ۲۵۳ راستہ منزل مقصود کا دشوار بھی ہے
- ۲۵۴ خیم ہوا اگر قتل نہ ہوا
- ۲۵۵ بزمِ رندان میں نیا راز کھلا آج کی رات
- ۲۵۶ غم ہائے زمانہ سے کسرا نہ ہوا
- ۲۵۷ بلبلیں نے کیوں گایا گانا
- ۲۵۹ کیسے کون کرے متوالا
- ۲۶۰ گھر میں قیامت آئی ہے، ہر سمت ہوا محشر برپا
- ۲۶۱ غمِ جانوں کے ماسوا کیا ہے
- ۲۶۲ آج دل، ذکرِ یار کرتا ہے

ہندی کلام

- ۲۶۵ ————— آئی ملن کی بیلا
- ۲۶۷ ————— رام رام رام !
- ۲۶۸ ————— اب کیوں آتش نراش بھی
- ۲۷۰ ————— نین کٹورے مدھ بھرے
- ۲۷۱ ————— ندیا رو رو گیت سنائے
- ۲۷۲ ————— تو میرا ایمان نہ کر
- ۲۷۳ ————— لوٹ گیا آتش کا تارا
- ۲۷۶ ————— من کی بات سناؤں کس کو
- ۲۷۷ ————— تجھ کو کھٹ سے پیار ہے
- ۲۷۹ ————— روگی روگی سنائے جا
- ۲۸۱ ————— سانس کی ڈوری کھٹی جائے
- ۲۸۳ ————— تیری راہ میں مر جاؤں میں
- ۲۸۴ ————— میں ہوں گیتوں کی مالا
- ۲۸۶ ————— پگ پگ روئی آئی داسی چرن میں
- ۲۸۷ ————— شام بھی تو اب گھر چل
- ۲۸۹ ————— گیت سناؤں میں کیا گاؤں
- ۲۹۱ ————— رات کچی تارے گن گن
- ۲۹۲ ————— مور چنریا ڈھلکی میں کیا جانوں رے
- ۲۹۳ ————— میں نردوشس مرے ساجن
- ۲۹۷ ————— میں کیا گاؤں تو بتلا
- ۲۹۹ ————— تارا لٹوٹا دیکھ کے دل نے کی پکار
- ۳۰۱ ————— سبھی ساجن آگئے
- ۳۰۲ ————— لاج کرے لجنی لو بھی لچپت رام
- ۳۰۳ ————— چل ری سکھی اس پار
- ۳۰۴ ————— موری چنریا رنگ دیوپی نے اپنے رنگ
- ۳۰۸ ————— گھر گرووں کا داہگورو

Pakistanipoint
 محمد مدنی نقالی
 Waqar
 Azeem

اے رب سموات تیری ذات دراپ ہے
 ہیبت سے تیری کوہِ گراں کانپ رہا ہے

ہیں خالق کو نین ترے کام نرالے !
 بے رنگ ہے تو ایسا کہ ہر رنگ ترا ہے

انسان بیچارہ تجھے کیا جان سکے گا
 ادراک کی دنیا میں تجھے ڈھونڈ رہا ہے

بے تاب فغاں، سوزِ نہاں، اشکِ دہاں میں
 جلوہ ترا جس رنگ میں ہے ہو شرابا ہے

باقی ہے تو ایسا کہ بقا تیری ہے تخلیق
 خود پیکرِ فانی میں کہیں جا کے چھپا ہے

ہر سجدہ ہے اعلان کہ اعلیٰ ہے تو ربی !
 مسجودِ ملائک ہے جو سجد میں گرا ہے

حادثِ تجھے کیا سمجھے کہ تُو حُسنِ قدم ہے
 حادث کی زباں سے ہی ترانہ نامُ سنا ہے

ہیں تیرے ہی اندازِ غریبی و امیری
 دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

میں نے بھی تجھے دیکھا ہے کب یاد نہیں ہے
 بھولا ہوں میں خود کو کہ تجھے یاد کیا ہے

تیرے ہی تصور میں ہوا گم تو یہ سمجھا
 جس نے تجھے پایا ہے وہ کھویا گیا ہے

یہ زلیست شبِ غم ہے کہ مر مر کے کٹی ہے
 لے لے کے ترانہ نامِ یہ غم دور ہوا ہے

معلوم ہے اتنا کہ ہمیں کچھ نہیں معلوم !
جانا ہے کہ کیا جانے گا جو جان گیا ہے

ہر سمت ہے وجہُ اللہ عیاں خالقِ احسن
خود آئینہ خود دیدہ حیران ہوا ہے



اللہ ہی اللہ

ح سے حامد	الف سے اللہ
محمود اللہ	ب باسم اللہ
خ سے خبیر	پ سے پایا
توڑے اللہ	اللہ ہی اللہ
د دادم	ت سے توبہ
اللہ ہی اللہ	استغفر اللہ
ذ سے ذاکر	ٹ سے ٹوٹا
ذکر ہے اللہ	دشمن اللہ
ر سے روٹی	ث سے ثروت
بھیجے اللہ	بخشتے اللہ
ز سے زاہد	ج سے جابر
عابد اللہ	تاد اللہ
س سے سچا	ج سے چاہو
محبوب اللہ	مت غیر اللہ

شس سے شابل	ق سے قائم
کام میں اللہ	ہر دم اللہ
ص سے صورت	ک سے کتنا
نہ کوئی اللہ	اچھا اللہ
ض سے ضامن	گ سے گاؤ
رزق کا اللہ	اللہ ہی اللہ
ط سے طاقت	ل سے لشکر
والا اللہ	فاتح اللہ
ظ سے ظالم	م سے محمد
مارے اللہ	محبوب اللہ
ع سے عالم	ن سے نعمت
ہر شے اللہ	مالک اللہ
غ سے غافل	و سے واصف
دور ہے اللہ	بندہ اللہ
ف سے فافہ	ہ سے ہر دم
ٹالے اللہ	حافظ اللہ

و سے واصف

بِسْمِ اللَّهِ

ہے ہر دم

حافظ الله

می سے پاور

یا ولی اللہ

اللہ

نہیں ہے لا الہ کوئی مگر اللہ، إلا اللہ
 نظر کار از إلا اللہ محمد ہیں رسول اللہ
 عباد اللہ درو حق سے بھلا دو وہم غیر اللہ
 پھر وہ ہو مگر دیکھو جمال عین وجہ اللہ
 تمہاری مشکلوں کا حل نہیں جنتہ سازی میں
 جھکوراہِ خدا میں در نہ آیا ہے عتاب اللہ
 یہستانوں کی دنیا ہے پچان خرقہ پوشوں سے
 لٹا دو دولت دنیا جہاں میں فی سبیل اللہ
 ہے خیر توڑنے والا مسلمان ازل کوئی
 کہ بیٹا ہو شہید ناز گو فخر ذبیح اللہ
 جنونِ باخبر کیا ہے خرد کی راہ گزر گیا
 شہودِ جلوۂ جانانِ مدیث ماسوا اللہ!

نظر آتے ہیں مجھ کو قافلے لٹتے ہوئے کوئی
بچے وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کیا تک حدود اللہ

یہ بتی ہے فقیروں کی امیروں نہ وزیروں کی
کہ تقویٰ چاہئے تاکہ عیاں ہو سرِ عند اللہ

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے پہلے بھی بتایا تھا
مگر تم ہو کہ سرِ رجب پڑے کہتے ہو یا اللہ

بڑی باتیں ہیں کہنے کی مگر چپ ہو گیا واصف
ہے اذنِ شاہوارِ کل وصی مرسل کہ ظل اللہ



اے شہِ انس و جاں

اے شہِ انس و جاں جمالِ جمیل
تجھ پہ تخلیقِ حُسن کی تکمیل!

رہبرِ انبیاء و ختمِ رُسل
ذاکرِ وقتِ ذکرِ ربِّ جلیل

دمِ پیسی کہ ہو یدِ بیضی
والضحیٰ کی نہ مثل ہے نہ مثل

نورِ مطہق کا راز دار و امیں
افتخارِ جہاں ہے فخرِ خلیل

سایہٴ نورِ مصطفیٰؐ ناپید

نورِ لایا ہے نورِ ہی کی دلیل

بانیِ دینِ حق نبیِ کریمؐ
دینِ فطرتِ سلامتی کا کفیل

ہے حلیمہ کی بکریوں والا
 بزم ہستی میں نور کی قندیل
 گودڑی پوش رازِ اِلا اللہ
 تجھ پر شیدا خدا تو ایسا شکیل

آپ کی بات آیت قرآن
 آپ ہی کے لئے قولِ ثقیل
 آپ ہی کی زباں ہے حق گویا
 آپ پر ہے کلام کی تنزیل

نالہٴ نیم شب کا سرچشمہ
 یا نبیؐ جاگئے گا الا فتلیل
 تو شفیع اور رحمتِ عالم!
 محسنِ انس و جان حسین و جلیل

عقل و دانش غلام ہیں تیرے
 فہم و ادراک سے دور ہے عقل
 مدعا، فتنی، مرادِ حیات
 جادۂ شوق میں امامِ سبیل!

استان نبیؐ ہے فخرِ زمیں
آسمان سرنگوں پئے تقبیل

چشمِ مازاغ رخِ کلامِ اللہ
اور واللیل ہی ہے زلفِ طویل

ہے صنم گر بھی محورِ نگِ صنم
یا صنم یا صمد بالتمشیل

منظرِ کبریا ہے ذاتِ نبیؐ
بزمِ امکان ہے اخیرِ قبیل

خواجہ دو جہاں کی کیا ہوشنار!
خود شنارِ خواں ہوا ہے ربِّ جلیل

کیا بیان ہو سکے گی شانِ نبیؐ
بعدِ حق کے توئی شکیلِ دجریل

اک لگاہِ کرمِ نبیؐ کریم
مجھ پہ کیجے بحقِ اسمعیلؑ

آپ کے در پر سر ہے ہر دم
معصیتِ معرفت میں ہو تبدیل

یا محمد سدا ہو درد زبان
 پائے ساقی پہ ہو میری تکمیل
 راز شاہ اُمم ہیں شاہ نجفؑ
 قصہ کوتاہ ہے بات بالتفصیل

جب توجہ میں آگیا واصف
 تو جنوں سے خرد کی ہے تشکیل



السلام

السلام اے سبز گنبد کے مکین
السلام اے رحمتہ اللعالمین

السلام اے راحتِ قلبِ حزیں
السلام اے رفعتِ عرشِ بریں

السلام اے حامد و محمودِ حق

السلام اے نُورِ نُورِ اوّلین

السلام اے بے مثیل و بہمثال!

السلام اے فخرِ ممالک و زمیں!

السلام اے خواجہ کون و مکاں

السلام اے شاہِ دُنیا شاہِ دین

السلام اے صادق و سعد و سعید

السلام اے کہ امامِ اتالکین

السلام اے غایت کن السلام
السلام اے منظرِ عینِ البصیر

السلام اے ہاشمی اُمّی "لقب
السلام اے رُوحِ قدسِ ان بی

السلام اے کہ جمالِ کائنات !
السلام اے زاغِ چشمِ سرگین

السلام اے رافعِ ذکرِ الہ
السلام اے ذکرِ ربِّ العالمین

السلام اے عبدہٴ خیر البشر
نوحِ انساں را پیغامِ آخرین

سید و سرورِ محمد مصطفیٰ
کعبہ کعبہ تیار دئے حسین !

السلام اے رہبرِ اُمتِ سلام
تیرے سنگِ در پہ و اصف کی جبین

صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

تصویرِ حسنِ بے نشانِ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
 لاریب شاہِ خسرواں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
 اے چہرہ زیبائے تو شمسُ الفصحیٰ بدر اللہجیٰ
 ارحم لنا اے جانِ جانِ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
 مازِغِ چشمِ سرگین، واللیل زلفِ عنبریں
 یسین دندانِ دہاں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
 محمود سے حامد ہوا، احمد محمد مصطفیٰ
 حم کا ہے رازِ داں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
 اے قبلہ گاہِ عاشقیں اے رحمۃ اللعالمین
 اے وجہِ تخلیق جہاں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

دربان ہے روح امیں، مسند تیری عرش میں
گویا مکین لامکان، صلّ علی صلّ علی

اے منظر نورِ خدا، صدرِ العلیٰ، کھفِ الوریٰ

اے خواجہ کون و مکان، صلّ علی صلّ علی

تو صاحبِ لولاک ہے تو فخرِ نعتِ افلاک ہے

قرآن ہے قرآنِ خواں، صلّ علی صلّ علی

اے شافعِ روزِ جزا، اے رافعِ ذکرِ خدا

محبوبِ ربِّ دو جہاں، صلّ علی صلّ علی

اے خاتمِ پیغمبری، اے کہ ادائے دلبری

اے کہ ادائے دلبران، صلّ علی صلّ علی

قوسینِ ابروئے حبیب، کونین بھی زیرِ نیکیں

اسریٰ کی شبِ گزری کہاں، صلّ علی صلّ علی

تیری زبان پر لا الہ مولا کہے صلّ علی

گاہے یہاں گاہے وہاں، صلّ علی صلّ علی

اے سیدِ عربِ عجم، اے محترمِ نظمِ کرم

تیرے سوا جانیں کہاں، صلّ علی صلّ علی

درِ یتیم و تاجور، اے صاحبِ شوقِ القمر
 اُمّیؐ مگر فخرِ بیاں صِلِّ علیٰ صِلِّ علیٰ

گویا سکوتِ دو جہاں تیرا گدا محوِ غناں
 واصلِ ہوا ہے نیم جاں صِلِّ علیٰ صِلِّ علیٰ



نعت

انوار برستے رہتے ہیں اُس پاک نگر کی راہوں میں
 اک کیف کا عالم ہوتا ہے طیبے کی مست ہواؤں میں
 اِس نامِ محمد کے صدقے بگڑی ہوئی قسمت بنتی ہے
 اِس کو بھی پناہ مل جاتی ہے جو ڈوب گیا ہو گناہوں میں
 گیسوئے محمد کی خوشبو اللہ اللہ کیا خوشبو ہے !
 احساسِ محطّر ہوتا ہے والئیل کی مہکی چھاؤں میں !
 وہ بانی دینِ مبین بھی ہے حامی بھی ہے یسین بھی
 مسکینوں میں مسکین بھی ہے سلطانِ زمانہ شاہوں میں

سب جلوے ہیں اس صورت کے وہ صورت ہی وجہ اللہ ہے
اللہ نظر آجاتا ہے وہ صورت جب ہو نگاہوں میں !

اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت میسر ہوتے ہیں
سجد میں ہوں جب آنکھیں پر نہم اور نام محمدؐ آہوں میں

اُس ناطق قرآن کی مدحت انسان کے بس کی بات نہیں
ممدوح خدا ہیں وہ واصف صد شکر کہ ہم ہیں گداؤں میں



نعت

وہی ہے باعثِ تخلیقِ ہستی عالم
 وہی ہے منظرِ انوار، نازشِ آدم!
 صداقتوں کا پیغمبر، حقیقتوں کا امین
 لطافتوں کا مرقع، کمالِ حسنِ شیم
 خدا سے مانگے وہ بخشش ہر آدمی کے لئے
 بشر سے مانگے وہ تسبیحِ خالقِ اعظم
 وہ نفرتوں کی خلیجوں کو پاٹنے والا
 وہ جس کے خلق سے دشمن بھی بن گئے بہم
 وہی ابد کے سفر میں ہے آسرا سب کا
 ازل سے جس کی ہے سب نوازشِ بہیم

وہ راہبر بھی ہے، منر
 کڑے سفر کی کڑی دھوپ میں وہ

اسی پہ بھیج درود و سلام اے اصف
 اُسی کے فیض سے قائم ہے عاصیوں کا بھرم

یا رسول اللہ

کرم کی اک نظر ہو جانِ عالم یا رسول اللہ
 تری اُمت پہ ہے افتادِ پیہم یا رسول اللہ
 بنایا تھا تمہارے نام سے جو آئیاں ہم نے
 گری ہے اس پہ ہو کے برقِ برہم یا رسول اللہ
 بڑے دم خم سے آزادی کی صبح نو کو دیکھا تھا
 ستم ہے دم رہا اس میں نہ اب خم یا رسول اللہ
 غمِ دنیا، غمِ عقبی، غمِ ارض وِطن ہم کو
 جو ہم سے کٹ گئے ان کا بھی ہے غم یا رسول اللہ
 ہمارے سامنے بکھرے ہیں دانے ایک تسبیح کے
 بکھرتا ہے کوئی شیرازہ یوں کم یا رسول اللہ

کرم ہو ارضِ پاکستان پہ یا رحمتِ عالم !
 سلامی دے رہا ہے سبز پرچم یا رسول اللہؐ
 سفینہ آپ کی اُمت کا گردابِ بلا میں ہے
 نہ مونس ہے نہ کوئی اور ہمدم یا رسول اللہؐ
 مبارک ہو وطن والوں کو میلاد النبیؐ کا دن
 صلوة دائم بارک وسلم یا رسول اللہؐ

گدائے حُسن تو من کھتیریں واصفِ علی واصفِ
 کرم کردی کہ بندہ بے قوارم یا رسول اللہؐ



صلیٰ علیٰ محمدؐ

جنہیں تیرا نقشِ قدم ملا ، وہ غمِ جہاں سے نکل گئے
یہ میرے حضور کا فیض ہے ، کہ بھٹک کے ہم جو سنبھل گئے

پڑھو صلّٰ علیٰ نبینا صلّٰ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلّٰ علیٰ شفیعنا صلّٰ علیٰ محمدؐ

ہو تیرے کرم کا جواب کیا ، تیری رحمتوں کا حساب کیا
تیرے نامِ نامی سے غمِ کدوں میں چراغِ خوشیوں کے جل گئے

پڑھو صلّٰ علیٰ نبینا صلّٰ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلّٰ علیٰ شفیعنا صلّٰ علیٰ محمدؐ

تو ہی کائنات کا راز ہے ، تیرا عشق میری نماز ہے
تیرے در کے سجدے میرے نبیؐ میری زندگی کو بدل گئے

پڑھو صلّٰ علیٰ نبینا صلّٰ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلّٰ علیٰ شفیعنا صلّٰ علیٰ محمدؐ

تو مصوری کا کمال ہے تو خدا کا حُسن خیال ہے
جنہیں تیرا جلوہ عطا ہوا، وہ تیرے جمال میں ڈھل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

تھے ہزار صدیوں کے فاصلے جو رسولِ پاک نے طے کئے
وہ تو ایک رات کی بات تھی، کہ زمانے جس سے بدل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

یہ حلیمہ تجھ کو خبر نہ تھی، کہ وہی زمانے کے تھے نبیؐ
وہ خدا کے کتنے قریب تھے، تیری گود میں جو بہل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

تیرا بندہ واصفِ بے خبر، تیرا راز سمجھا ہے اس قدر
تجھے جب پکارا بہ چشمِ تر، کئی مرحلے تھے جو ٹل گئے

پڑھو صلّ علی نبینا، صلّ علی محمد

پڑھو صلّ علی شفیعنا، صلّ علی محمد

نعت

خاور کہوں کہ بدرِ منور کہوں تجھے
 محشر کہوں کہ داورِ محشر کہوں تجھے
 اے منظرِ جمالِ خدا سید البشر
 سنِ مثالِ کاینِ محور کہوں تجھے
 سلطانِ انبیاء ہے تری ذاتِ باصفا
 اول کہوں یا اوسط و آخر کہوں تجھے
 تجھ پر ہوتی ہے ختمِ نبوت کی داستان
 خاتمِ پیغمبروں کا پیغمبر کہوں تجھے
 تھائیں صدق میں خدا کنزِ مخفیاً
 تخلیق کائنات کا گوہر کہوں تجھے
 بے مثل و بے مثال ہے تو درجہِ باحق
 روحانی خیال کا سپیکر کہوں تجھے

آئینہ جمالِ ازل ذاتِ مصطفیٰ
تو عینِ ذاتِ حق ہے یہ کیونکر کہوں تجھے

موجِ خرامِ ناز ہے تو ساحلِ مُراد
دریائے معرفت کا شناور کہوں تجھے

قذیلِ بزمِ علم و عمل آپ کا وجود
ہر آنکھی کا مرکز و مصدر کہوں تجھے

بندہِ نواز تجھ کو کہوں یا کہوں بشر
تقویمِ حسن و عشق کا منظر کہوں تجھے

دُرِ یتیم و اُمّی لقبِ صاحبِ الجمال
میں تاجور کہوں کہ سخنور کہوں تجھے

ہے ذاتِ کبریا بھی ثناخوانِ مصطفیٰ
منزل کہوں کہ حق کا مسافر کہوں تجھے

ہر ذرّے کی زباں سے آتی ہے یہ صدا
کوئی نہیں کہ جس کا برابر کہوں تجھے

واصف کی کیا مجال کہے اس زباں سے
اللہ کی زباں ہو دلبس کہوں تجھے

دعا

شبِ فرقت کئے کیسے سحر ہو
 کرم کی یا محمد اک نظر ہو
 سکوتِ دو جہاں ہے اور میں ہوں
 فقط میری فغاں ہے اور میں ہوں
 رسول اللہؐ سنو فریادِ میری !
 ہو کشتِ آرزو آماجِ میثری
 مصیبت ہے بڑا محبُور ہوں میں
 ستم ہے تیرے در سے دُور ہوں میں
 ازل سے آرزوِ میری یہی ہے
 تمھاری یادِ میری بندگی ہے

جبیں شوق تجھ کو ڈھونڈتی ہے

نظر اپنی تیرے در پہ لگی ہے

مُرادوں سے سُر کا سے کو بھر دے

تو اپنے فیض کو اب عام کر دے

غریبوں کو عطا کر کجکلا ہی

فقر دں کو ملے اب چتر شاہی

مدینہ

کرتے ہیں کرم جس پہ بھی سرکارِ مدینہ
ہوتا ہے نصیب اس کو ہی دیدارِ مدینہ

پڑھتا ہے درودِ آپ کی جو ذات پہ ہر دم
ملتا ہے اسے سایہِ دیوارِ مدینہ !

اس شخص کو دنیا کا کوئی غم نہیں ہوتا
وہ شخص جو رہتا ہے طلب گارِ مدینہ

جس دل میں بسی رہتی ہو ولیوں کی محبت
رہتے ہیں اُسی دل میں ہی سرکارِ مدینہ

داناگی گلی کافی غریبوں کے لئے ہے !
داناگی کے بھی روضے پہ ہیں انوارِ مدینہ

معراج کی رات

چار سونو ر کی برسات ہوئی آج کی رات
 احد اور احمد کی ملاقات ہوئی آج کی رات
 گفتگو ذات سے بالذات ہوئی آج کی رات
 مختصر یہ کہ بڑی بات ہوئی آج کی رات
 راگبِ وقت نے کیسچی ہے زمام گردش
 حیرتِ ارض و سموات ہوئی آج کی رات
 یوں تو الطاف تھے سرکار پہ ردِ زکُن سے
 واکرِ چشمِ عنایات ہوئی آج کی رات
 رفعتِ عبد کو جب ریلِ امیں نے دیکھا
 کیوں نہ ہو، رافع درجیات ہوئی آج کی رات
 پردۂ میم کے اندر ہے مقامِ محمود
 کاشفِ سرِّ حجابات ہوئی آج کی رات

قَابِ قَوْسین سے دو گام و را حبا نکلا
عقل والوں کو بڑی مات ہوئی آج کی رات

جُملہ آیام سے تابندہ ہے میلاد کا دن !
جُملہ راتوں سے حسین رات ہوئی آج کی رات

آج کی رات ہے عبادات کا ثمرہ و اصف !
حمد و تسبیح و مناجات ہوئی آج کی رات

مستیِ فرقت کی ہو یا غربت کی
 مست کہتا ہے باتِ جرات کی
 بوترابی شراب خانے سے!
 پی کے انا ہے باتِ ہمت کی

یا علیؑ کہہ دیا تو کیا حاصل
 جب علیؑ سے ہی ہو نہ تو وارِ صل!
 ذرّہ ذرّہ اگر علیؑ نہ کہے!
 جان لیجے کہ دل ہوا ہے صل

یا علیؑ ورد کی پکار ہوں میں
 ہوش رکھتا ہوں مست دار ہوں میں
 جن کی ٹھوکر سے جام بھرتے ہیں
 پائے ساقی پہ اشکبار ہوں میں

برا نہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
 نہیں ہے حرم کہ ادنیٰ سب علی ہوں میں
 انہیں کا فیض ہوا ہے انہیں کا نظرِ کرم
 علیؑ کی یاد میں ہر دم یہ سنبھلی ہوں میں

بتا سکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
 نگاہِ شوق سے پوچھو کہ دلبری کیا ہے
 علیؑ کا رند ہوں کہنے کی بات ہے اتنی
 جہانِ راز ہے میخانہ حیدری کیا ہے



آیا دورِ علی حیدرؑ

آیا دورِ علی حیدرؑ
پر بت سے بھاگے پتھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

کانپ گیا ٹوٹا خیبر
حیدر سب پر فتاد

آیا دورِ علی حیدرؑ

مست ہوا ذرہ ذرہ
ناچا مستی میں اگر

آیا دورِ علی حیدرؑ

اپنوں کے گھر آئی عید
اگ مگر غیروں کے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

میخانے آباد ہوئے
ساقی آیا ہے گھر گھر

آیا دورِ علی حیدر

رندِ علی ہشیار ہوئے
چکر کو دیں گھن چکر

آیا دورِ علی حیدر

ساز بچے سازندے چپ
سرگم گائے ایتیم سر

آیا دورِ علی حیدر

حق والے نے حق پایا
پھین کے بیٹھا تھاٹھا کر

آیا دورِ علی حیدر

ہاتھی بھس ہوئے جل کر
کس نے برسائے کسکر

آیا دورِ علی حیدر

توپ کی تو آواز تو سن
حیدر حیدر یا حیدر

آیا دورِ علی حیدر

پہلی جنگ ابدال لڑے
اب لڑ جائے فوجی حُر

آیا دورِ علی حیدر

یہ ہے اگ یہاں پانی
راکھ ہوئے پر بت جل کر

آیا دورِ علی حیدر

دھرتی پر اکاش گرا
ساگر دوڑا ساعل پر!

آیا دورِ علی حیدر

بل والے کی خیر نہیں
فاقہ ہے مزدور کے گھر

آیا دورِ علی حیدر

ہے یہ قوم بڑی مسکین
لیڈر ہیں لیکن خود سر

آیا دورِ علی حیدرؑ

وہ مردود پرانا تھا
راون رام پرانے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

غاموشی نے دم توڑا
بات چلی ہے اب کیا ڈر

آیا دورِ علی حیدرؑ

کون تلندر میں یا تو
گر داصف ہے داصف گر

آیا دورِ علی حیدرؑ



کیا تیری شان ہے

اے شہرِ ہر زمان یعنی فخرِ بیاں تو امام جہاں کیا تیری شان ہے
 بے زبان کی زباں یعنی علم نہاں تو یقین بے گماں کیا تیری شان ہے
 ہر طرف جلوہ گر تیرا فیضِ نظر تو ہی نورِ البصر کیا تیری شان ہے
 اے کہ گنجِ ہنسر یعنی بابِ الخبر تو عجب راز داں کیا تیری شان ہے
 تیرے در سے ملی چاند کو روشنی، ادنیٰ ذروں کو سونش تپش مل گئی
 جس طرف بھی نگاہِ کرم ہو گئی، ہو گیا شاہجہاں کیا تیری شان ہے
 اولیائے جہاں تجھ کو مانیں دلی، تو نے بخشی انہیں دلی بڑی مری
 درد تیرا کریں یا علیٰ یا علیٰ، تو نشان بے نشان کیا تیری شان ہے
 ایک سِرمہ ہی کیا تیرا منصور ہے صابرؑ با صفا تیرا ہی نور ہے
 بوعلیؑ شاہِ بازیؑ کا دستور ہے تو فصیح البیان کیا تیری شان ہے

راز سازانا الحق تیرا نام ہے تیری ٹھوکہ سے بھرتا ہر اک جام ہے
بس قلندر گری تیرا ہی کام ہے تو ہر عارفان کیا تیری شان ہے

تو بھکے آسمان جھک کے سجدہ کرے تو اٹھے تو زمین اٹھے تعظیم سے
سنگوں بابِ خیمبر ہے کس ضرب سے توید اللہ عیاں کیا تیری شان ہے

تیرے قدموں میں وِ اصف کو مستی ملی تیرے فیضِ کرم سے ہوا ہے ولی
کس کو ہمت کہ اس کو کہے کچھ کوئی ہو گیا جانِ جاں کیا تیری شان ہے



دم ہمہ دم علیٰ علیؑ

میں ہوں جنونِ بانہر یعنی کہ چاکِ بخیہ گر
 جان و جگر تیری نظر، دم ہمہ دم علیٰ علیؑ
 یا خدا علیؑ علیؑ اذنِ خدا علیؑ علیؑ
 شیرِ خدا علیؑ علیؑ، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
 تو ہی حیاتِ کشتگاں، تو ہی سرورِ جاوداں
 صورتِ گرِ قلندر اں، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
 نامِ ترے کی عظمتیں کا پنہ زمین و آسماں
 تو ہی متعینِ بے کساں، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
 تو ہی یعتینِ بے گماں، یعنی نشانِ بے نشان
 تو ہی امیرِ کارواں، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ !
 تیرا نشانِ بلند ہے عرشِ رواں سمند ہے
 ہر درجہاں کمند ہے، دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

باغِ ارم کی قسریاں، حسنِ قدم کی طوطیاں
 گویا زبانِ بے زباں، دمِ ہمہ دم علیؑ علیؑ!
 وسعتِ علم کا ہے در، تجھ سے کھلی نظرِ نظر
 رازِ نہاں سے باخبر، دمِ ہمہ دم علیؑ علیؑ
 تو ہی مہی نورِ عینِ تو ہی امامِ قبلتین!
 یعنی تیرے حسنِ حسینؑ، دمِ ہمہ دم علیؑ علیؑ!
 سرمہٴ حق کا نور ہے، یعنی تیرا ظہور ہے
 دُور کہاں یہ طور ہے، دمِ ہمہ دم علیؑ علیؑ
 حُسنِ تیرا ہے الکتاب، اے کہ شہدِ ابوترا ب
 مست بنا پلا شراب، دمِ ہمہ دم علیؑ علیؑ

اے کہ امام ہر جہاں، واصفِ خستہ جاں کہاں
 تیرا ہے اذنِ دوازاں، دمِ ہمہ دم علیؑ علیؑ



من کنت مولیٰ

یہ کون بولا
بندہ کہ مولیٰ
ہذا المولیٰ
من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

راز انا الحق
سازہو الحق
عارف کما حق
بہید نہ کھولا
من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

این ماکنتم

انا و انتم

کنت حیاتم

شعلہ ہی شعلہ

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

تو نورِ عینی

تو قلبِ جسمی

تو روحِ قلبی

روحِ آج بولا

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

خرمین کی بھلی

عینِ تجبلی

دے کے تسلی

اگ بگولا

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

نورِ مجسم
پھول پہ شبنم
گیسے برہم
نعم المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

خوشبوئے گیسو

پھیلی ہے ہر سو
گویا ہوا ہو

لیس المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

واصف گھائل

ٹوٹا ہوا دل

ہر دل کہ بادل

بسمل نہ بولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

حیدر حیدر

حیدر حیدر یا حیدر
حیدر اللہ کا مظہر

جو چاہے کرے فتاد
ہاتھ خدائی ہے کیا ڈر

حیدر کے ہیں سارے گھر
مورکھ کھولو دل کے در

سجدہ کر اور بات نہ کر
در حیدر اللہ کا در

سرو اصف کا حیدر در
حیدر حیدر یا حیدر

علیؑ

علیؑ عرفان کا در ہے، علیؑ گویا ولیؑ گر ہے
 علیؑ مستی کا ساگر ہے، علیؑ وارثِ پیغمبر ہے
 درود ان پر سلام ان پر علیؑ جن کا برادر ہے
 علیؑ تطہیر کا پیکر علیؑ عزت کا شوہر ہے
 علیؑ کا نام اسد اللہ علیؑ کا چہرہ وجہ اللہ
 ید اللہ ہے ولی اللہ، علیؑ ملت کا رہبر ہے
 علیؑ اصل شہادت ہے، علیؑ سجدوں کی عظمت ہے
 کہیں شبیر کا سجدہ، کہیں سجدے میں شبیر ہے
 نبیؐ خاتم نبوت کا، علیؑ خاتم خلافت کا !
 نبیؐ کا کون ہے ہم سر، علیؑ کا کون ہم سر ہے

علیؑ کی شان یکتائی ہمیں ہر جا نظر آئی !
 کہیں مر سب کہیں خیر کہیں نوکِ سناں سر ہے

نبیؐ ذاتِ نور اللہ، علیؑ ہے نور کا شیدا
 علیؑ ہے شاہِ اولیٰ، علیؑ کا کعبے میں گھر ہے

میں ہوں واصفِ علیؑ وردِ علیؑ ہے میرا افسانہ
 مجھے ہے کامِ سجدے سے علیؑ کے درمیرا سر ہے



السلام اے ساقی کوثر کے نور
 السلام اے رشک صد موسیٰ و طور
 السلام اے دین حق کے پاسباں
 السلام اے صد اناحق کے سرور



سید و سرور محمدؐ کے جمال
 اے نقیبِ حق علیؑ حیدر کے لال
 گوہرِ نایاب و یکتا با کمال !
 السلام اے کہ مشیلِ بے مثال

السلام اے کہ امامِ قبلتین !
 السلام اے راحتِ جاں نورِ عین
 السلام اے مستیِ معرفانِ حق
 السلام اے سید و مولا حسینؑ

حُسن

سایہ مصطفیٰ حُسن
ہدیہ مرتضیٰ حُسن

نورِ حُدا ہے با حُدا
جذبہ لا الہ حُسن

ارض و سما ہوئے اُداس
میر رہ بقتا حُسن

مست ولائے مُست گر
جامِ ہماں نہا حُسن

شرحِ حدیثِ غم توئی
ساجدِ بے ریا حُسن

کیا دے خدا تیرا صلہ
صلہ وفا حُدا حُسن

امام حسینؑ

رہبرِ کارواں حسینؑ، رہبرِ بے گماں حسینؑ
 آج مگر کہاں حسینؑ، مرکزِ ہر فغاں حسینؑ
 ہائے قتلِ بے خطا، ہائے شہیدِ بارِ صفا!
 دشتِ بلا میں بے نوا، راقمِ داستاں حسینؑ
 اصغرؑ و اکبرؑ و عباسؑ، کوئی نہیں ہے آج پاس
 گویا دفن ہے حرفِ یاس، پیکرِ بے زباں حسینؑ
 دینِ پناہ و حقِ نگر، مشکلِ کشا و چارہ گر
 گھر بھی لٹا، کٹا ہے سرِ حیرتِ دو جہاں حسینؑ
 زلفِ نبیؐ کا خم توئی دستِ علیؑ کا دم توئی
 لوح بھی اور سلم توئی، تیرا نشاں عیاں حسینؑ

و اَصْفَ بے نشاں بھلا، کیوں نہ کہے یہ بر ملا
 کوئی تیرے سوا بھی تھا، دین کا پاسباں حسین

غَمِ شَبِیر^{۳۴}

قلم کی تاب کہاں کہ کرے بیانِ غم
فسانہ غمِ شبِیر کا کسے ہے دم
نہیں ہیں کوئی دشامی پہ کائناتِ حزیں
ہے آسمان پہ ماتم زمیں ہوتی بے دم
جگر بتول کا سبطِ رسولؐ ابنِ علیؑ
کہ جس کے اصغرؑ و اکبرؑ گئے، گیا قاسمؑ
گئے ہیں پانی کو عباسؑ لے کے مشکیزہ
کٹے ہیں بازوئے النور مگر بلندِ علم
کیا گیا ہے مدینے کے در کا دل زخمی
یہ کون آیا ہے تلوار لے کے تیر و بلم
میں جانتا ہوں کہ ابلیسؑ فوج لے آیا
پرانے سجدہ کلبے دین کو ابھی تھا غم

جواں جوانوں سے لڑتے تو کوئی بات تھی
مریض ساتھ ہیں بچے ہیں بنات شاہ امم

ہے آج خیبر و مرہٹ کے فاتحین پہ ظلم
ہے بے کسی میں شہنشاہِ فخرِ دو عالم

ہے آج ضد کسی ابلیس کو کرو تسلیم
قلم تو ہو گا مگر حق کا سر نہ ہو گا خم

ہمیں ہیں ساقی کوثر ہیں شافعِ مہت
خدا کے گھر کے نگہبان نہیں ہیں مالکِ ہم

حسینؑ نام ہی حسن و وفا کا مظہر ہے
حسینؑ جامِ نجف ہے نبیؐ کی زلفِ کاخم

حسینؑ رازِ نہاں کا امین ہے و اصف
حسینؑ ناطقِ قرآن ہے خدا کی قسم

گنج بخش فیض عالم

السلام اے گنج بخش فیض عالم السلام
 پر تو نور محمد شیخ اعظم السلام
 السلام اے شہ بطحی کے نور و نور چشم مرتضیٰ
 شارح شان جلال دین قیم السلام
 قبلہ گاہِ خواجہ ہند الولیٰ روضہ ترا
 کعبہ گنج شکر، گنج معظم السلام
 السلام اے پید مجبور قطب الاولیاء
 چشم لرزاں السلام وزلف برہم السلام

ملت! بے مایہ کو گم کر گئی کم مانگی!

ایک ہم ہیں اور ہے افتادِ پیہم السلام!

کیا قیامت ہے کہ پاکستان ہے زیرِ عتاب

ہم تماشا ہیں تم ساشائی دو عالم السلام!

کر گئی مجھ کو قلعہ در آپ کی شانِ عطا

بارگاہِ حُسن میں واصف ہے راقم السلام!

داتاؒ کے غلاموں کو

داتاؒ کے غلاموں کو اب عید منانے دو
 سرکار نے اُنا ہے محفل کو سجانے دو
 یہ نور نبیؐ کا ہے داتاؒ ہے زمانے کا!
 اس در پر عقیدت سے اب سر کو جھکانے دو
 بغداد سے غوثؒ آئے اجمیر سے خواجہؒ بھی
 داتاؒ کے غلاموں کو اب رقص میں آنے دو
 مستوں کو مبارک ہو پُر کیف گھڑی آئی
 بھر جائیں گے پیما نے نظریں تو اٹھانے دو
 یہ وقت ہے رحمت کا وہ سامنے بیٹھے ہیں
 داتاؒ کی گزرگاہ میں پلکوں کو بچھانے دو

یہ خاص عنایت ہے واصفؒ میرؒ داتاؒ کی
 سہرا یہ حقیقت کا نصرت کو سنانے دو

خواجہ معین الدینؒ

ہے دل میں عشقِ نبیؐ کا جلوہ، نظر میں خواجہؒ ہمارے ہیں
 ہمارے خواجہؒ ہمارے انگن میں آج تشریف لارے ہیں
 نگر نگر میں کرو منادیؑ ہے آج خواجہؒ پیا کی شادی
 نظر بلا کر وہ دایوں کو سد اسہاگن بنا رہے ہیں
 ہر ایک دل میں سرور اُن کا ہر اک نظر میں ظہور اُن کا
 وہ اپنی آنکھوں کے میکدے سے شرابِ الفت پلا رہے ہیں
 ہمارے خواجہؒ کے سب سوالی کوئی گیا آج نکٹ خالی
 گد انوازی کی شان یہ ہے کہ سب کی گہڑی بنا رہے ہیں
 یہ زندگی ہے نیاز اُن کیؑ ہے دل میں قائم نماز اُن کی
 حرم سمجھ کر اس آستانِ پہ ولی زمانے کے آ رہے ہیں

ضرور فیضِ کرم ملے گا، ضرور دل کا چمن کھلے گا !
 ہم اپنے خواجہ معینِ حشتیؒ کی آج محفلِ سجا رہے ہیں
 فریدؒ، صابرؒ، نظامؒ آئے کہ شاہ بن کے سلام آئے
 قطبِ ولی آج مستیوں کے سبھی خزانے لٹا رہے ہیں
 ہے ان کے سر پر علیؑ کا سایہ، نبیؐ نے ہندِ الہی بنایا
 جہاں سے خواجہ معینؒ گزرے وہ راستے جگمگا رہے ہیں

یہی تو معراجِ آرزو ہے، بلند دروازہ رُوبرو ہے
 درِ عطا پر پہنچ کے واصفؒ ہم اپنی پلکین بچھا رہے ہیں

سائیں محمد حسین کانواں والی سرکار

تیری لب بندی میں پوشیدہ جمال گفتگو
آستانے پہ تیرے لائی ہے حق کی جستجو

میرے بابا کا یہ فیضانِ نظر دیکھے کوئی
اک نظر سے کرتے ہیں جاری دلوں میں ڈکھنو

موتو اقبل ان تموتو اکی یہی تفسیر ہے
اپنا روضہ زندگی میں ہے نظر کے رُو برو

روز و شب اس آستان سے قادری لنگر ملے
کر دیا اس مردِ حق نے اہلِ دل کو سرخرو

سائیں کانواں والیا، تو نے کیا روشن چراغ
جس کے جلوؤں کی ضیاء باری ہوئی ہے چارو

پھر کوئی آئے نہ آئے مردِ حق تیری طرح
میکشوساتی کی چشمِ مست سے بھر لو سبُو

تُو سمندر پی کے بھی خاموش ہے بابا میرے
بولنے والوں کے حصّے میں نہ آئی اب جو

یوں تو دِ اصفِ اک زمانہ کے فقیروں سے ملا
آنکھ نے تازہ کیا اگر یہاں اپنا وضو

غلام مصطفیٰ ہوں

نہ میں شاعر نہ شاعر کی نوا ہوں !

بس اک ادنیٰ غلام مصطفیٰ ہوں

علی ابن ابی طالبؑ کا سگ ہوں

مگر زندوں کی محفل کا دیا ہوں

بنا ہوں شاہِ نظم اُمّ الدّینؑ کا خسروؑ

یوں ہی خسرو کی چو کھٹ سے لگا ہوں

نیازِ عشق میں ڈوبا ہوا ہوں

غرورِ حسن بن کر آگیا ہوں

متاعِ ہر زماں ہیں اشک میرے

سرورِ جادواں کا ماجرا ہوں

برنگِ گل کھلا ہوں شاخِ گلشن

جہانِ رنگ و بو کو جانتا ہوں

حیاتِ جادواں کا راز پایا !
 تسلیم یوں خم کر گیا ہوں

تجلی نے کیا واصِف کو بے خود
 خدا جانے میں کیا تھا اور کیا ہوں

پاکستان
 قادیان
 دارُ اہلِ علم

نشانِ کارواں

نشانِ کارواں بھی ہو گئے گم
کہ کنتو خیر امت کیا نہیں تم

کھلا دشمن کارا زاب تک شاید
کہ پس یہ اور بیٹا ہی عدو لکم

تلاشِ حق میں نکلو حق کو پاؤ
سمجھ لو فا ذکر وانی اذکر کم

بہت کھولے گئے اسرارِ الہ
مگر یوں تک رہے ہو جیسے سوّم

تہیں کر گس نے نوچا پا کے مردہ
مگر حکمِ خدا ہے قوم ہو قُثم

شفائے جسم تو ہو جاتے لیکن
پُرانا مرض ہے فی قلوبکم

جیلِ کارواں کا وقت آیا
مگر ہندی لگی ہے فی یدیکم

حیاتِ جاوداں کو کیسے پاؤں
کہ ختم کو چھوڑ کر تم ہو گئے ختم

مکینِ لامکاں کی بات سن لو
ہوا ہے جلوہ گرفتِ انفسکم

نظامِ میکدہ بدلا ہوا ہے
کہ ساقی ہیں اولی الامر منکم

سریرِ جاں کا مطلب بھی سمجھ لو
مقامِ شکر ہے ولنبلونکم

امامِ وقت کے آنے دن ہیں
اگل دواگ جو ہے فی بطلونکم

مجھے پر مغاں نے کہہ دیا ہے
کہ فاتبعوانی یحببکم

کبھی انا کبھی منا کبھی سخن
سمجھ پاؤ نہ تم ہو جھاہم

وہی ملت ہے جو تھی خیر امت
کہ ارسلنا رسولاً منکم

نشانِ بے نشان ہیں جانِ عالم
نہ سمجھو تم تو بشر مشکلہ

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے سُن
غرق ہو جاؤ گے فی طُغیانِ کم

عبادت فرض ہے مل کر کرو تم
نہ بھولو حکمِ ابد و اربکم

تھارے حال پر روتی ہے رحمت
یا ایہا المزمِّلُ قَسَم!

کہ شاعر کی نوا سمجھے اسے بھی
تولی دینی و لکم دینکم

صدائے حق سے باغی ہو گئے ہو
ہذا فراقِ بینی و بینکم

کہا و اصف نے جو کچھ بھی سنا ہے
وگر نہ وہ تھا گہری سوچ میں گم

تیری یاد کا ولی ہوں

میں کسی کی ہوں نظر میں کہ جہاں میری نظر ہے
 مجھے کیا خبر نہیں ہے کہ مجھے کہاں خبر ہے
 میری زندگی میں کس نے کیا انقلاب برپا
 نہ ہے شام شام اپنی نہ سحر میری سحر ہے
 ہے شبِ فراق روشن جلے دیپِ آنسوؤں کے
 نہ ہوستی فنا جب کہاں ہستی سفر ہے
 تیرا نام لے رہے ہیں تیرے راستے کے ہزن
 ہے فریب چارہ سازی کہ فساد چارہ گر ہے
 کوئی عزم کو کھن ہے کوئی رازِ وطن ہے
 ہے حدیثِ حسنِ شیریں کہ یہ خسروِ دگر ہے
 نہ غنائے قیصری ہے نہ ادائے دلبری ہے
 نہ وہ بندہ پروری ہے نہ وہ شوخیِ نظر ہے

کوئی بدگماں حرم سے کوئی پاساں حشرم کا
 یہ زوال رہبری ہے کہ کمال رہبر ہے
 یہ امیر کارواں ہے وہ عین بے کساں ہے
 نہ اسے میری خبر ہے نہ اسے تیری خبر ہے

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے کہ سکوتِ دو جہاں ہے
 نہ ہے دل میں دردِ باقی نہ فغاں میں اب اثر ہے
 کوئی مر رہا ہے شاید کہ ہجومِ کرگساں ہے
 میرا گھر جلانے والے مجھے تیرے گھر کا ڈر ہے
 تجھے کیا خبر نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ !!
 پھرے آفتابِ الٹا، وہ گھڑی قریب تر ہے

تیری یاد کا دلی ہوں کہ میں واصفِ علی ہوں
 میری انتہا یہی ہے تیرے سنگِ پہ سر ہے

میں

میں کیا ہوں معلوم نہیں
میں قاسم مقسوم نہیں

میں تسلیم کا پیکر ہوں
میں حاکم محکوم نہیں!

میں نے ظلم ہے لیکن
میں پھر بھی مظلوم نہیں

میں مستی کا ساغر ہوں
ہوش سے میں محروم نہیں

تیری رحمت چھوڑے کون
توبہ میں معصوم نہیں

میٹرے تبریزی انداز
میں مولائے روم نہیں

میں مسجودِ ملائک ہوں
میں راقمِ مرقوم نہیں

میں مخلوق کا خادم ہوں
کون میرا مخدوم نہیں

جیتے جی مر جاتا ہوں !
مر کے میں معدوم نہیں

میں نے کیا کیا دیکھا ہے
میں یونہی مسموم نہیں

میں صحرایہ کی جان ہوا !
میں بادِ مسموم نہیں

میں مایوس نہیں لیکن
امیدِ موہوم نہیں

واصف کیا نظمیں لکھے
رنگِ جہاں منظوم نہیں

اذانِ حُر

بڑا گھمنڈ، تفاخر، غرور اور تمسکین
 یہ لے کے پہنچا کہاں سجدہ گاہ میں تو جبین
 لباسِ عطر میں ڈوبا ہوا ہے فکر میں دل
 زباں پہ نامِ خدا سُرخ چہرہ چین بہ چین
 عصا موسیٰ لئے ہاتھ میں پھر ہے کہاں
 فرعونِ وقت بتا دے یہ ہے مسکین
 کہ قہقروں کی بلندی ہی اس کی لپٹی ہے
 فغانِ نیم شبی مانگتا ہے یہ بے دیں
 نظامِ نو کی خبر دے رہا ہے اک چوہا
 کہ جیسے شیر کوئی کارواں میں ہے ہی نہیں
 بڑی سریلی اذانوں میں محو ہیں سارے
 اذانِ حُر بھی سُنی آپ نے یہاں کہ نہیں

ہے خود تو جھوٹا مگر بات کہہ رہا ہے سچ
بڑا مکار ہے یہ بیچتا ہے دینِ مبین

غلامِ جان کے ان بے کسی کے ماروں کو
سنوارتا ہے یہ دُنیا بگاڑتا ہے دیں

امام بننے کا ہے شوق اس کو مدّت سے
بنا ہے درسِ نظامی کے آسماں کی زمین

”خدا کی راہ میں جو مر گیا شہید ہوا“
جناب! وہ خدا آپ کو ملی کہ نہیں!

خدا کے شکر میں بھرتا ہے پیٹ کو اتنا
کہ جیسے پیٹ ہو کچھوے کا، واہ رکھیں دین

حدیثِ قدسی کے ہر از سے یہ سے آگاہ
بلانہ گوشہ کوئی ہو گیا ہے کوٹھی نشیں

یہ ہیں غزالیؒ دوراں کہ رومیؒ ملت!
کہ دام لے کے جو بولیں تو جھوم جائیں

مکانِ اس کے ابھی چارپانچ چھ ہونگے
مگر یہ رکھتا ہے بارہ اماموں پر بھی لقیں

ملے جو کثرتِ دولت بیاں کرے وعدہ!

غریب لوگ بلائیں تو اس کو وقت نہیں

بیانِ تقویٰ تو کل طہارت و توبہ

بغیر دام کے بولے تو یہ کہاں کا ہیں

غریب بھائی تمھاری ہی ہوش ختم ہوتی

تمھارے خون کا ہے طالبِ عاقبت کا نہیں

نماز دار پہ ہوگی یا کس بلا میں ادا!

کہ اب چمکنے کو ہے از عاشقی کا نگیں

جبینِ شوق سے خود ڈھونڈا تہِ حُسن

صنم خیال کے سب توڑ دو کہ وقت نہیں

یہ کون بول رہا ہے نہ پوچھ و اصف سے

کہ وہ بیچارہ تو کاتب ہے راز دار نہیں

فصلِ گل

پھر بہار آئی گلستاں میں کھلے سُرد سمن
 چاک کر ڈالے گلوں نے اپنے اپنے پیرہن
 بھومتے ہیں وجد میں آکر جوانانِ چمن
 پھر عنادل، لکب و تسمری ہو گئے ہیں نغمہ زن
 عالم آرا ہو گئی مشاطہ حُسنِ ازل !
 دشت میں بادِ صبا ہے جیسے کوئی بے وطن
 آج شاخوں سے شگوفے پھوٹتے ہیں اس طرح
 دل کی تاریکی میں پھوٹے جیسے یادوں کی کرن
 رنگ و بو نے توڑ ڈالا ہے خزاؤں کا ظلم
 نیم شب کے آنسوؤں سے ہے فروزاں انجمن
 شکرِ جذبات سے تاراج ہے تسلیمِ ہوش
 حسن کی رعنائیوں سے ہے جنوں شاہِ زمن

سوئے گلشن اُٹھ رہی ہے شاہبازوں کی نگاہ
 لوٹتے ہیں خاک میں اب کر گس و زاغ و زغن
 مٹ گئے مسیاد و گلچیں، جھومتی ہے ہر کلی
 بے خطر بے خوف اپنے حسن میں ہو کر مگن
 پھر قبائے لالہ سے بکھرا جمالِ گلستاں
 بے نعتابی ہے نقابِ نو عروسانِ چمن
 ہر روش گل پوشی ہے جیسے ہو فردوسِ بریں
 آئینہ در آئینہ دیکھا چمن اندر چمن

دل کے آئینے میں واضح جھانکنے کی دیر ہے
 گلشنِ ہستی کے در پر ہے نگوں چرخِ کمں

رنگِ چمن

بدل کر رہ گئی رنگت چمن کی
لگا ہیں جھک گئیں سرو سمن کی
خبر لیجے کسی کے پیرہن کی
ہوئی تجدید پھر دار و رسن کی

چھڑی ہے استاں اس بانگن کی
پھبن کی گیسوؤں کی اس دہن کی
بری نیت، کیوں زاغ و زغن کی
خدا یا خیر، ہو میرے وطن کی

مٹی ہے کیا سزا ہم کو لگن کی
قیامت ہے توجہ اس مگن کی
کہ آئے بو بدن سے گوشتن کی
زیچے بات مر کے بھی کفن کی

عجب ہے بات اس دیوانہ پن کی
 نہ تن کی ہوش ہے باقی نہ من کی
 ضرور ہے کسی دُنیا کے دمن کی
 حقیقت کھل گئی دارِ محن کی

ملے گی خاک میں مٹی بدن کی
 زمیں معتبوب ہے چرخِ کہن کی
 کوئی صورت نہیں باقی امن کی
 بجھے گی آگ کیسے اس بطن کی

مگر کیا بات ہے میرے سخن کی
 ہے قائم جس سے زینتِ انجمن کی
 یہی ہے بارگاہِ شاہِ زمن کی
 سند پائی ہے کیا دِ اصفِ سخن کی

شہرِ لاہور تھا

پاک داماں کا گھر شہرِ لاہور تھا
 یعنی داتا نگر شہرِ لاہور تھا
 حُسن کا مستقر شہرِ لاہور تھا
 عشق کا راہبر شہرِ لاہور تھا
 محترم مقتدر شہرِ لاہور تھا
 گنجِ علم و ہنر شہرِ لاہور تھا
 طلبِ قلب و جگر شہرِ لاہور تھا
 معتد معتبر شہرِ لاہور تھا
 چارہ جو چارہ گر شہرِ لاہور تھا
 ملک کا شیرِ نر شہرِ لاہور تھا
 رُخِ رشک و قمر شہرِ لاہور تھا
 دانش بنجیہ گر شہرِ لاہور تھا
 حشمت و جاہ وافر شہرِ لاہور تھا

اک انوکھا گھر شہرِ لاہور تھا

دلی سے بیشتر شہرِ لاہور تھا

اک فغانِ سحر شہرِ لاہور تھا

بے ریا بے خطر شہرِ لاہور تھا

مستی و مست گر شہرِ لاہور تھا

جامِ بابِ انجبر شہرِ لاہور تھا

حق پناہ حق نگر شہرِ لاہور تھا

خسرو تاجور شہرِ لاہور تھا

بامِ دُور با نظر شہرِ لاہور تھا

واصفِ بانجبر شہرِ لاہور تھا

بزمِ داتا نگر شہرِ لاہور تھا

کل تلک ہی مگر شہرِ لاہور تھا

وہ یہی شہر تھا یا کوئی اور تھا

سرِ عرشِ نعرہ بپا ہوا

سرِ عرشِ نعرہ بپا ہوا کہ یہ کون ہے اسے کیا ہوا
 کوئی مینلا ہے کہ دل جلایا وجودِ ہست فنا ہوا
 یہ مقامِ دل ہے کہ الاماں یہ کہاں نصیبِ قدسیاں
 کہ فغاں گئی سوئے لامکاں تو مکین کا دل تھا ہلا ہوا
 یہ دعا تھی ایک غریب کی کسی دل جلے کے نصیب کی
 کہاں بات تھی یہ قریب کی کہ فلک کا در تھا کھلا ہوا
 اسی قوم کی کہ جو سو گئی وہ بھٹک کے رہ بھی کھو گئی
 وہ جو یادِ فرستہ ہی ہو گئی کسی راہزن کا بھلا ہوا
 چلے ہند سے تھے جو قافلے کہ خدا کی راہ میں لٹے ہوئے
 ابھی اکے ٹھہرے ہی بھی نہ تھے کہ فسادِ وقتہ بپا ہوا
 یہ مثال ایسی مثال ہے کہ مثال اس کی محال ہے
 ہوا کیسا قوم کا حال ہے ہو چرخ جیسے بجھا ہوا

یہ انوکھی راہوں پہ آگئی کہ گئی ابھی کہ ابھی گئی
 ملے راہ بر تو اسے کئی نہ کسی سے وعدہ وفا ہوا
 یہ خدا کے نور کی نور ہے ابھی منزلوں سے ہی دور ہے
 ہوا ہر قدم پہ قصور ہے کہ حجاب سا ہے پڑا ہوا

یہ پلٹ کے جھپٹے تو قہر ہے یہی قوم حاصل دہر ہے
 پڑی ساحلوں پہ یہ لہر ہے کہ ہے اس پہ جادو کیا ہوا



طالب علم سے

ملت کے جواں غور سے سُن لیں یہ کہانی
 اب اتنی نئے دور کی یہ صبح سہانی
 استاد کی عزت سے ملے راہِ ترقی
 اب چھوڑتے گستاخی کی یہ رسم پُرانی
 رہبر کے گریباں پہ ہے ہاتھ تمہارا
 لاحول ولا یہ تو ہے شیطاں کی نشانی
 ہے کھیل تماشوں میں بڑا وقت گزارا
 ماں باپ کا ہے خوں جسے تم سمجھے ہو پانی
 تعمیر تری اپنی ہی تعمیرِ وطن ہے !
 تکمیلِ جنوں میں نہ لٹا اپنی جوانی
 ہے تیرے لئے علم کی راہوں میں اندھیرا
 میں نے یہ سنا تیرے ہی رہن کی زبانی

تعلیم کی تکمیل میں ہے تیری سیاست !
 لیڈر ہیں بہت کہنے کو یہ رام کہانی
 اسلام کا گھر ہے یہاں اسلام رہے گا
 اسلام ہے باقی تیرے لیڈر ہی ہیں فانی
 استاد کی عزت کرو ماں باپ کی خدمت
 کافی ہے وطن کے لئے اسلام کا بانی !
 اسلام کی رو سے ہی مُسادات ملے گی
 گھبرائیے کیا آنے کو ہے صُبح سُہانی
 دولت کے پُجاری ہی ہیں ملت کے لیڈر
 ڈاکو کو سزا ملتی ہے، ہے رسم پُرانی
 تم علم کی تحقیق میں مغرب کو پچھاؤ
 لے آؤ ذرا چاند پہ رکھی ہے نشانی
 جنگل میں ہیں جلسے کہ ابھی شیر نہیں ہے
 آئے گا تو گیدڑ سبھی چلائیں گے پانی
 راتوں کو بُرے لوگ پھرا کرتے ہیں واصف
 سورج کی شعاعوں نے مگر ایک نہ مانی

اور میں ہوں

سکوتِ دو جہاں ہے اور میں ہوں
میرے دل کی فغاں ہے اور میں ہوں

ہجومِ بیکراں ہے اور میں ہوں
دُورِ غمِ عیاں ہے اور میں ہوں

حقیقت کا بیاں ہے اور میں ہوں
نیازِ قدسیاں ہے اور میں ہوں

یہاں پیرِ مغاں ہے اور میں ہوں
شرابِ ارغواں ہے اور میں ہوں

ہجومِ عاشقاں ہے اور میں ہوں
میری ہی داستاں ہے اور میں ہوں

رحیلِ کارواں ہے اور میں ہوں
یقینِ بے گماں ہے اور میں ہوں

مالِ اَشیاں ہے اور میں ہوں

وہی برقِ تپاں ہے اور میں ہوں

نشانِ رفتگاں ہے اور میں ہوں

حرمِ کاپاسباں ہے اور میں ہوں

دہائے تشنگاں ہے اور میں ہوں

کہ کانٹوں کی زباں ہے اور میں ہوں

حدیثِ دلبراں ہے اور میں ہوں

پرانا رازداں ہے اور میں ہوں

حرمِ کشتگاں ہے اور میں ہوں

حیاتِ جادواں ہے اور میں ہوں

سرودِ کن فکاں ہے اور میں ہوں

نظامِ ناگہاں ہے اور میں ہوں

بہارِ بے خزاں ہے اور میں ہوں

نگاہِ دل رواں ہے اور میں ہوں

وہی کلِ کاسماں ہے اور میں ہوں

وہ مصروفِ بیاں ہے اور میں ہوں

وفائے دوستاں ہے اور میں ہوں

نصیب دشمنان ہے اور میں ہوں

زبان جاہلاں ہے اور میں ہوں

سکوت عارفان ہے اور میں ہوں

وجودِ ناتواں ہے اور میں ہوں

بہرِ سوزِ قصہ جاں ہے اور میں ہوں

حریرِ پرِ نیاں ہے اور میں ہوں

مسریرِ ریگ جاں ہے اور میں ہوں

ہجومِ لیڈراں ہے اور میں ہوں

فلاں ابنِ فلاں ہے اور میں ہوں

لوائے قمرِ بایں ہے اور میں ہوں

ندائے طوطیاں ہے اور میں ہوں

جوابِ لن تراں ہے اور میں ہوں

غزورِ مہوشاں ہے اور میں ہوں

امامِ ہر زماں ہے اور میں ہوں

وہی فخرِ بیاں ہے اور میں ہوں

قلندر کا نشان ہے اور میں ہوں
 رنگِ آسماں ہے اور میں ہوں

یہ سنگِ آسماں ہے اور میں ہوں
 کہ و اصفِ نیم جاں ہے اور میں ہوں



یہ سنگِ آسماں ہے اور میں ہوں
 کہ و اصفِ نیم جاں ہے اور میں ہوں

میں کون ہوں

میں کون ہوں کیا پوچھا ہے اُتھ کو بتادوں
 اک دہی ہوئی آگ ہوں چاہوں تو جلا دوں
 میں پریم کا ساگر ہوں ترے پاس رہا ہوں !
 مَنہ کھول ذرا تجھ کو بھی دو گھونٹ پلا دوں
 یہ جاننا چاہتے ہو کہ ہوں راز میں کس کا؟
 آ خاک میں ملنا ہے تو ہمساز بنا دوں
 میں راز تو کھولوں گا مگر پیشتر اس کے
 چاہتا ہوں کہ آدابِ قلندر ہی سکھا دوں
 فطرت نے مجھے بخشا ہے وہ ذوقِ تماشا
 بارنگ کو بے رنگ کے پردے میں چھپا دوں
 مشرق سے اگر آؤں تو ہوں زیست کا پیغام
 مغرب سے نکل آؤں تو ہر نقشِ مٹا دوں

خاموش رہوں خاک کا ذرہ ہے میرا نام
 مستی کا بنوں نعرہ تو افلاک ہلا دوں
 سرگم ہوں کسی سوز کا میں دکھ کا ہوں گانا !
 اک ہوک ہوں پتھر کے کیلجے کو ہلا دوں
 طوفان سے کھیلا ہوں کہ ہوں موج تلاطم
 ساحل جو نظر آئے سمندر میں گرا دوں
 ناقوس ہوں میں وقت کا، میں بانگ درا ہوں
 میں دوش کو فردا کبھی امروز بنادوں
 سچا ہوں ولی ہوں کہ میں اک رندِ علی ہوں
 مخفی ہوں جلی ہوں میں بچھے کیسے بنادوں

واصف پہ گماں کر کے بڑا ظلم کیا ہے
 بخشا ہے الہی نے بڑا دل کہ بھلا دوں



نہ یہ راز ہے نہ سراپ ہے

کوئی ہمسفر ہے نہ رازداں
چلا دل نظر کا ہے کارواں

ہے چمن چمن براہم زباں
لو تڑپ کے جل اٹھیں بجلیاں

یہ جہاں برا ہے کہاں جہاں
میرے مہرباں ہے ترا جہاں

تیری اک ادا کا ہے فیصلہ
ہمہ دلبری ہمہ دلبراں

میرے جُرمِ خانہ خراب کو
بلا آسرا تیرا آستان

ہے قدمِ حدوث سے ماورا
تو قدمِ حدوث کا ہے گماں

ہے قدم کا جلوہ مدوث میں
تو قدم مدوث کی ضد کہاں؟

یہ ازل سے کہتے رہے ہیں ہم
کہ نظام ہستی ہے ناگہاں

میری بات میں وہ اثر ہوا
کہ جو کُن کہا تو ہوا "فکاں"

میری ذات میں ہوا میں نہاں
میں صفات میں ہوا ہوں عیاں

میرے ملک میں ہے نظام کیا
یہی پاک لوگوں کا ہے ستاں

ہیں غریب میرے میں ان کا ہوں
کہ نوا ہے ان کی مبری نہاں

میری قوم نوچی گئی ہے کیوں
کہ الگ بدن سے ہیں ہڈیاں

یہ ہجوم کیسا دن میں ہے
ہمہ لیدراں ہمہ کمرگاں

میں ترا ہی حُسنِ خیال ہوں
میں تیرے ہی نام کا ہوں نشان

میرے ایک پنچے کی زد میں ہیں
یہ نظامِ نو کی تسلیاں !

میں اُٹھوں تو اُٹھتی زمین ہے
میں جھکوں تو جھکتا ہے آسماں

میں مٹاؤں دشمنِ ملک دے دیں
میں نویدِ ہستی دوستاں

میرا نام کوئی نہیں مگر
میں بقائے ملک کا پاسباں

میری اک نظر کا شکار ہیں
جو بنے ہوئے ہیں فلاں فلاں

کوئی جا کے کہہ دو ذرا اسے
کہ تو فتنہ کیسے کرے یہاں

نہ یہ راز ہے نہ سرا ہے
ہے ظہورِ مولیٰ کی داستاں

یہ اسی کے فیض کا ہے کرم
ہے اسی کی بات ہری زباں

ہے وہ شیر شاہِ زمنِ مکاں
ہے مجالِ کس کی کرے گماں

میں جو خود مجسمِ غم بنا
میری قوم کا غم رہا کساں

نہ مٹا سکیں گے نشانِ منزل
ہر اک نشان پہ ہے آساں

وہ جو نقشِ بندِ وفا ہوئے
ہیں رضا سے حق ہمہ چشتیاں

کہ جو سہروردتِ دیم ہیں
ہیں تمام میرے ہم زباں!

میں ہی شاہِ نو کا علم ہوں
میں بنا ہوں نوشہرہ کا رواں

میں ہی صابری رندِ قادری
میں ہری ہری میں ہی سست گلیں

ہے نشانِ داتاؑ ہر زماں
ہمہ عاشقاں ہمہ خواجگاں

ہے سلام پہلا یہاں روا!
کہ یہ پاک مرقدِ بیبیاں

ہو درود لاکھوں سلام ان پہ
کہ جو ہیں اصلِ تجلیاں

وہ غریبِ آقا یتیم و مسکین
کہ روحِ امین سر بسجودِ رباں

یہ اسی کا نورِ ظہور ہے!
کہ وہ شاہِ شاہانِ خسرواں

بلغ العُلٰی کی بلندیاں
کشف الدُّجٰی کی تجلیاں

حسنتِ جمیع کی شوخیاں
صلوٰۃ علیہ کی ہیں مستیاں

تو کہاں ہے واصفِ بے نشان
ہے انہیں کے فیض کی داستاں!

مزدور

مزدور کا لیڈر بھی ہو مزدور تو ہے بات
مزدور کی قسمت میں ہے کب کاروں کی بات

ہر شب جو کلبوں میں ہوں بدمست مے ناب
کیا جانیں کہ مزدور نے کائی ہے کہاں رات

یہ کرتے ہیں توہین عنریبی کی ہماری!
قارون کے چیلوں نے کہاں بخشی مساوات

انسان کو پیدا کیا اس خالق کل نے!
پیدا کئے جس ذات نے ارض و سموات

وہ چاہے کرے جیسے کرے قادرِ مطلق
ہے کس کی یہ ہمت کہ کرے اس سے سوالات

وہ چاہے یتیموں کو پیغمبر کا لقب دے
مٹی سے اگاتا ہے عجب رنگ کے ہاغات

ضیبر جو اکھاڑے اسے وَجہُ اللہ بنا دے
جس ہات میں کسکر ہوں اسے اپنا کئے ہات

جی چاہے تو لے آئے اسے دشتِ بلا میں !
جس کے لئے اک کھیل ہے اعجاز و کرامات

دریا کے کنارے رکھے معصوم کو تشنہ !
دے ریت کو عزت تو پشماں ہو فرات

مقتول کو تو زندہ جاوید بنائے
ملعون کو قاتل کو کئے مات پہ کھامات !

اس رب کی ہے تقسیم انوکھی میسر بھائی
کیا جانے اسے مشرک و ملحد کی خرافات

پھینا ہے غریبوں کا اگر حصّہ کسی نے
مل جائے گا واپس کہ نہیں کوئی بڑی بات

ہے شرط مگر ایک کہ تسلیم کرو تم !
طالع ہیں خدا کے یہ جمادات و نباتات

وہ رزق کا ضامن ہے تیری جاں کا محافظ
 وہ چاہے تو پیدا کرے شب و روز سے دن رات
 عزت دے کسی کو تو کسی کے لئے ذلت !
 جس حال میں رکھتے ہے اسی کی عنایات

ہم پر ہے اطاعت فقط اس ایک کی لازم
 لیڈر کی خرافات سے نکلے گی خرابات

یہ ملیں بنیں گی کسی حبلی کا نشیمن ! !
 تم دیکھو تو کیا ہوتا ہے اب دور نہیں بات

مزدور نہ ہو خوش تو ہے لعنت ہی وطن پر
 باغی ہو جو مزدور تو ہے ختم ہر اک بات

یہ ملک دیا جس نے سمجھالے گا اسے وہ
 ہے چشمِ کرم ساتی کوثر کی عنایات

کچھ بات دعاؤں سے بھی ہو جاتی ہے حاصل
 ہم بھول گئے طرزِ فعاں رسمِ عبادات

مزدور تھا خود والی امت تھا اگر چہ !
 مزدوری عنریبی تو اسی نور کی سوغات
 کر شکر کہ مولا نے تجھے اپنا بنایا !
 بے چین نہ ہو بھائی بڑے غور کی ہے بات

لعنت ہے وہ دولت کہ جو خود عنرض بنائے
 لعنت ہے وہ لیڈر کہ جو ہو مست خرابات

لعنت ہے وہ غربت کہ جھکے کفر کی جانب
 رحمت ہے وہ غربت کہ جو پا جائے نجات

یہ دُنیا ہمیشہ سے ہی مومِن پہ گراں ہے
 لیکن یہ فراعین ہیں کیوں تاضنی قہنات

اسلام نے ہر مسئلہ حل کر کے دکھایا
 مشرق کا ہے اعجاز نہ مغرب کے کمالات

واصف نے غریبوں کو ہے یہ شروہ سُنایا
 اب آنے کو ہے دور کہ بس بھاگیں گے جیتا

عشق

تم چاہے جسے اپنا طلبگار بنا لو
بازار کو دیکھو تو خریدار بنا لو

ہر حرف تمنا تیرا اعجازِ نظر ہے
اظہار کے انداز کو اشعار بنا لو

قطرے کو اگر چاہو تو قلمِ نظر آئے
اک ذرہ ناچیز کو فنکار بنا لو

اے عشق تیرے دم سے ہے سبِ قِشّہ
تم آتشِ نمرود کو گلزار بنا لو

تو ہاتھ نہ آئے تو یہ حیوانِ مجسم
انسان کو تم صاحبِ اسرار بنا لو

واصفِ اسی دُنیا میں وہ دُنیا بھی ملے گی
ہے شرط کہ تم عشق کو سالار بنا لو!

ظہورِ مولیٰ

ہے عجب کہ روتے غریب ہیں وہ کہاں جو رب کے قریب ہیں
 ملے راہ برعجیب ہیں، کوئی سُہ پہ جیسے چڑھا ہوا
 تو حرام کھانے شراب پی، تو غریب مار کے خوب جی
 تو جہنمی ہے تو دوزخی، تیرا چہرہ دیکھوں جسا ہوا
 لئے فوج سر پہ کھڑا ہوا ہے غنیم در پہ پڑا ہوا
 تو ہے غرضِ خود میں گڑا ہوا تو ہی لیڈری کا خدا ہوا
 نہ امیر ہیں نہ فقیر ہیں کوئی رہبر ہیں نہ پیر ہیں
 یہاں بو ترابی فقیر ہیں کہ ہے ملک اب بھی بچا ہوا
 نیا دور آنے کو ہے ابھی کہ غریب ہوں گے تو ہوں سبھی
 ملے چین پائیں سکوں جمبھی کہ ملے گا حصّہ چھنا ہوا

ذرا کھول کان کی کھڑکیاں ہے ظہور مولیٰ کی داستاں
 کسی طور پر ہیں تجلیاں کہ کلیم پھر بنے گرا ہوا !
 تجھے کیا بتاؤں او بے خبر یہ خبر نہیں ہے یہ ہے نظر
 مجھے حکم اتنا ہی تھا مگر کہ سُنایا جو تھا سُننا ہوا

ہے یہ عرضِ واصفِ رند کی کہ ملے حکومت فقر کو
 ذراتہ میں پہنچے پند کی کہ ہے حکم رب نے کیا ہوا

تلاش

کسی راہ بر کی تلاش ہے نہ ہی ہمسفر کی تلاش ہے
 وہ نظر جو میری نظر ہوتی، مجھے اس نظر کی تلاش ہے
 تو خبر کے دام میں آگیا، کہ جو ملت لائے گماں ہوا
 میں نکل گیا سوئے لامکاں، یہ میری نظر کی تلاش ہے
 مجھے منزلوں کی طلب نہیں، کبھی ہوتی ہوگی یہ اب نہیں
 جو ترے خیال میں کھو گئی، اسی چشمِ ترک کی تلاش ہے
 ترا غم ہی چارہ ساز ہے تیرا عشق ہی نماز ہے
 کھلا جب سے رازِ مجاز ہے، کسی چارہ گر کی تلاش ہے
 ہوں چراغِ داغ بنا ہوا، سرِ شام جلتا ہوں شوق سے
 مرے پاس آئیں گے وہ کبھی جنہیں اک سحر کی تلاش ہے
 نہ فراق کی مجھے ہے خبر نہ خیالِ عرض وصال ہے
 میں جبینِ شوقِ ضرور ہوں تیرے سنگِ در کی تلاش ہے
 میں وہی ہوں واصفِ بے ہنر تیری یاد میں ہوا در بدر
 کہ فنا بقا کی نہیں خستہ تیری راہ گزیر کی تلاش ہے

باغوں میں بہار آئی

باغوں میں بہار آئی
 پی پی ہے پیسے کی، کوئل کی پکار آئی
 گل چاک نہ ہو جائیں
 معصوم تمنائیں، بے باک نہ ہو جائیں
 معصوم نگاہیں ہیں
 پل بھر کی خوشی دیکھی، پھر عمر کی آہیں ہیں
 کیوں روتی ہے یہ شبنم
 تم تم نہ ہو گے جب، ہم بھی نہ رہیں گے ہم
 پل بھر کی خوشی دیکھی
 روتے ہوئے شبنم نے پھولوں کی سنسنی دیکھی
 جو آنکھ بدلتے ہیں
 وہ لوگ زمانے میں پھر ہاتھ ہی ملتے ہیں
 یہ کیسا زمانہ ہے
 اس دنیا میں آنا ہی جانے کا بہانہ ہے

میں قطرے میں ہوں دریا

میں قطرے میں ہوں دریا
 میں سمٹوں پھیلوں ہر سو
 میں مشرق میں ہوں مغرب
 میں شبِ بنم موتی تارا
 میں چاہوں کس کو چاہوں
 میں پر بت دھرتی میری
 انت مجھے ہی پاؤ گے
 آج ملن کی آئی رات
 میں ہوں پریم تمہارا کون
 تیری چاہت دھوکا ہے
 تو بھائی کی کاٹے جیب
 تو اندھا ہے کیا دیکھے
 میں ذرے میں ہوں محرا
 میں ہوں اک بادل کالا
 میرا انت کہاں ہو گا
 میں اشکوں کی ہوں مالا
 میری چاہت پر نہ جا
 میں شہبازِ فلک میرا
 میرے جیسا ڈھونڈ کے لا
 رورو کے تھا دن کاٹا
 تو ہے پلیسے کا مجھ کو
 میں ہوں دھوکے کا دھوکا
 نام نہ لے تو مولا کا
 میں نے تجھ کو دیکھ لیا

تو گھر کس کو کہتا ہے
 ہم سے غلطی ایک ہوئی
 نہ جانے ہم نے کیونکر
 ہم سندھی نہ پنجابی
 اب ہم غیروں کے ہیں غیر
 میں اسلام کا لیڈر ہوں
 میری ایک جماعت ہے
 میں نے افسانے لکھے
 میرا نام تو گل ہے
 میں چاہوں سب کو ماروں
 میں تقریر کا ماہر ہوں
 میں اب جنگ کروں تم سے
 لاٹھی گولی میرے پاس
 میرے پاس ہزاروں جن
 اب میرے تیور بدلے
 میرا ادب ہوا لازم
 مٹی ہے تو جس گھر جا
 لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 کس کے نام پہ ملک لیا
 ہم نے دلی کو چھوڑا
 یہ وہ ہم تم کون ہے کیا؟
 کون پڑھے لاجول ولا
 اسلامی انداز مرا
 میں نے علم بڑا پایا
 میں اب تخت کا ہوں شیدا
 میرے پاس بڑا پیسہ
 نہ جانے کیا بول گیا
 مدت تک میں چپ بیٹھا
 نام تو لو اب جلسہ کا
 کارندے میرے طلبا
 اب میرا انداز نیا
 انا ربکم الاعلیٰ

میں موجود وجودی ہوں دیکھ ذرا میرا چہرہ
 میں ہی غیب کا عالم ہوں اب فتنہ برپا ہو گا
 میرے گھر میں سوکاریں میں اسلام نہیں ہوں کیا
 پاکستان بنایا میں نے! میں اس ملک کا بانی تھا
 میں اس ملک کا حافظ ہوں جو ہو گا ہو جائے گا
 اندھے لوگ کہاں دیکھیں میں جانوں کہ قہر خدا

واصف نے کچھ پھونک دیا
 میرا کام تمام ہوا!

عید مبارک*

افسردہ ہیں اسلاکِ زمیں عید مبارک
 آزرده مکان اور مکین عید مبارک
 نمناک ندامت سے حبسین عید مبارک
 یہ عید کوئی عید نہیں عید مبارک
 یہ صبحِ مسرت ہے کہ شامِ غریباں
 رنجیدہ و دلگیر حنین عید مبارک
 ملت کے جواں قید میں پابندِ سلاسل
 پردیس میں کیمپوں کے مکین عید مبارک
 چھلنی کیا کھڑے تارِ سج کا سینہ
 دل کو نہیں ہستی کا یقین عید مبارک

تو جید پرستی ہی فقط جرم تھا میٹرا

گہنائی ہے کیوں عظمتِ عیدِ مبارک

کچھ بھول ہوئی ہم سے یہ کہنا ہی پڑ لگا

بے وجہ یہ اُفتاد نہیں عیدِ مبارک

افسوس تو یہ آج بھی ہم ایک نہیں ہیں

اک نظرِ کرم بانی دے! عیدِ مبارک

کہنا ہے بصدِ عجز یہ اربابِ وطن سے

کب آئے گا وہ دورِ حسین عیدِ مبارک

بھٹکی تو ہے یہ قوم رہِ راستے لیکن

اس قوم کا ثانی ہے کہیں عیدِ مبارک

پہنچائے اسیروں کو صبا عیدِ مبارک

گو دیر ہے اندھیر نہیں عیدِ مبارک

محبوس جوانوں کے عزیزوں سے یہ کہنا

مولا ہے نگہبانِ دامین عیدِ مبارک

یہ بات قلندر کی قلندر ہی کہے گا

گو بات یہ کہنے کی نہیں عیدِ مبارک

”ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات“

رُکتے ہیں کہیں پائے یقیں، عیدِ مبارک
پھر نعرۂ تجسیر سے گونجیں گی فضا میں

آپہنچا ہے وہ وقتِ قرین، عیدِ مبارک
مومن کبھی مایوس نہیں رِعتِ حق سے

مومن کا ہے دلِ عرشِ بریں، عیدِ مبارک
آنے کو ہے اب دورِ ترا میرِ عساکر
کہتی ہے تجھے فتحِ مبین، عیدِ مبارک

ملت سے شہیدوں کا لہو کتا ہے وا صفت
دُنیا کے عوض بیچ نہ دیں، عیدِ مبارک

پاکستانی وقار عظیم
 دارِ علم دارِ دانش

ترے جلوؤں کی زد میں آ گئے ہیں
ہم اپنے آپ سے شرما گئے ہیں

ہمارے پاس ہی وہ آرہے تھے
بجائے ہم وہاں بے جا گئے ہیں

قیامت کا سہی دن تو طلوع ہو
سکوتِ شب سے ہم گھبرا گئے ہیں

بہت تھی مختصر روئیدادِ ہستی
چلے تھے گھر سے ہم گھرا گئے ہیں

لگا ہوں میں چھپا تھا قلزمِ اشک
یونہی داصف سوئے صحرا گئے ہیں

اک درد کا قصہ یاد رہا، میں دل کا لگانا بھول گیا
 رو رو کے سنایا افسانہ، عنوان بتانا بھول گیا

کب کس کی نظر سے اپنی نظر کمرانی کہاں تو یاد تو کر !
 مدہوش نظر نے مست کیا میں ہوش میں آنا بھول گیا

ساقی کی نظر سے پی میں نے، میخانے میں کھرام مچا
 زندوں نے بہت پوچھا لیکن میں نام بتانا بھول گیا

کل تک میں کسی کی بزم میں تھا اب ڈھونڈ رہا ہوں محفل کو
 اک راگ الاپا تھا لیکن میں گیت سنانا بھول گیا

گستاخ نہیں بے باک سہی، ناگاہ نگاہیں چاہیں
 میں سر کو جھکانا بھول گیا نظروں کو گرانا بھول گیا

واصف کو ملے انداز عجب آنسو ہیں مری ہستی کا سبب
 کس بات پر روتا ہوں ہر شب، قصہ پُرانا بھول گیا !

اپنے دیس میں میں پر دیسی، اپنے گھر میں میں مہمان
 رُوپ انوکھے یاد تری کے، تو چلے اب مان زمان
 بستی بستی، جنگل صحرا، تجھ کو سا جن ڈھونڈا ہے
 ہر چہرے پہ آنکھ ہے میری، ہر آہٹ پر میرے کان
 دیرو حرم کی سرحد سے ہے، دور تمہارا دیس پیا
 شاہ رگ سے نزدیک ملا ہے کل یومہ ہونی شان
 شمس و قمر میں تیرے جلوے، ارض و سما میں نور تیرا
 پتھر کا پنپے نام سے تیرے، نجم و شجر ہیں یسجدان
 وحدت کثرت، کثرت وحدت، کھیل پرانا آنکھ مچولی
 خود کو اپنی آنکھ سے دیکھے، ہم سے کیسی جان پہچان

سانس کی آرمی کاٹ رہی ہے عمر کا سایہ دار درخت
 یہ بستی بسنے کی نہیں ہے، کوچ کا کر لیجے سامان
 یثرب دولہا کے سنگ ہولی ہر دم کھیلے الرَّحْمٰن
 یٰسَنِّ وَحُوْمَزْمَد، طَلَعَتْ نُوْرٌ وَالْقُرْآنُ

واصف بیچارہ کیا بولے، بھید تمہارا کیونکر کھولے
 تو کیا ہے تو خود ہی جانے، یا جانے ناطقِ قرآن



تیرا ملنا محال کیا ہوگا
تو ملا بھی تو خال کیا ہوگا

سوچ کر لائیے جواب کوئی
جانتے ہو سوال کیا ہوگا

مرے ہوتے ہوئے ہوا نہ کبھی
بعد میرے وصال کیا ہوگا

تجھ کو دُنیا سے ہی نہیں صِبت
تجھ کو میرا خیال کیا ہوگا

یار کی یاد بن کے رہتا ہے
زخم کا اندمال کیا ہوگا

ان کی نظریں بدل گئیں واصف
شیشہ دل میں بال کیا ہوگا

دارِ ہستی منتظر ہے صد اناحق کی پکار
میکدہ میں جھومتی گاتی ہوئی آنی بہار

چشمِ ساقی نے کیا ہرند کو ہے رازداں
چاک ہے دامنِ گل بلبل ہوا ہے بیقرار

جلوۂ محبوب کی رنگینیاں ہیں ہر طرف
دیدۂ حیراں لئے دردِ یوار ہے اُنکینہ دار

گرمیِ رخسار کہنا ہے تو کہہ لیجے اسے
زندگی بے کیف تھی ذوقِ فنا کا ہے خمار

بوعلی شہباز ہے شہباز ہے بوئے عمل
سب علی کا فیض ہے کہنے میں کیا ہوتی ہے عار

اک انوکھے رنگ سے تعمیرِ ہستی ہو گئی
پھر جنوں نے کر دیا دامنِ خرد کا تار تار

کر گس و بگلے نے اپنا نام رکھا شاہباز
اور واصلِ چپ ہے جیسے نہیں ہے ذوالفقار

میخانے کا در ہے مسست نگر نذرانے میں سر پی لے کیا ڈر
 ساتی کی نظر سے پی پیج کر، صد جہام اگر ہمت ہے تو بھر
 مٹی میں ملے، تو راز ملے، ہر عتدہ کھلے، یوں دور چلے
 دلبر نہ ملے، دل کیوں نہ جلے، جب شمع جلے، پروانہ رہے کیوں کر
 ساتی ہے جہاں، میخانہ وہاں، کر دل سے فغاں وجہ اللہ عیاں
 مت کھول زباں، کہ راز نہاں، ہو جائے عیاں، تو دار پر سر
 میں کیسے کہوں، جو چاہوں کروں، دیکھوں یا سنوں، گن سے فیکوں
 اے سوزِ دروں میں کس سے ڈروں، میں تھا میں ہوں، ہستی کا سفر
 نعرہ ہی ہوا، ہے بانگِ دراء، دی میں نے صدا، افسلاک ہلا
 اک گجر بجا، تو سویا رہا، اب سو کے دکھا، نویت گھر گھر

میں جان گیا، پہچان گیا، تو نے جو کہا، سامان گیا
 لے آئے ہو کیا، پوچھے گا خدا، کر غور ذرا، اس وقت سے ڈر
 ملت کس کی، لاٹھی جس کی، بڑبے جس کی، ہے تھی جس کی
 آرائش کی، آلائش کی، آسائش کی اب بات نہ کر
 کیوں چور ہوا، مجبور ہوا، رنجور ہوا، بے نور ہوا
 جو دور ہوا، کافور ہوا، مغرور ہوا، نیچا ہوا سر

واصف کی سنو اپنی نہ کہو تم کیا جانو، تم کیا سمجھو
 مستی دیکھو، مستی سے ڈرو، چاہو تو سنو، ساقی حیدرؔ



مرے ہی دل میں رہے اور رُوبرو نہ ہوئے
 برنگِ اشکِ ملے حُسنِ چار سُو نہ ہوئے
 مٹا خیالِ زمان و مکاں کہ جیسے ہسم
 ترا جمالِ ہوئے خاکِ کُوبہ کُوبہ ہوئے
 تیرے فراق میں صدیاں گزار دیں ہیں مگر
 تمہارے جیسے ملے لاکھ، ہو ہو نہ ہوئے
 کہ رائیگاں ہوئے ابلیس کا نصیب ہوئے
 وہ سب کد جو کسی چوکھٹ کی اُبرو نہ ہوئے
 چلا ہوا ہے ازل سے ہی کاروانِ خیال
 طیورِ قدس کبھی صیدِ جستجو نہ ہوئے
 میں چاکِ ہستی ہوں مجنوں کا پیر ہن تو نہیں
 یہ چاک وہ ہیں ازل سے ہی جو رفو نہ ہوئے

ڈبو گئی مجھے مستی میں اک نگاہِ کرم
 وہ دلو لے ہیں کہ جو حاصلِ سبُو نہ ہوئے
 ترے جلال کی رنگت کہاں کہاں نہ ملی
 یہ اور بات کہ ہم حرفِ آرزو نہ ہوئے
 تمہارا ذکر ہر اک لب پہ آچلا تھا مگر
 ہم ایسے کھوئے کہ بس وجہِ گفتگو نہ ہوئے
 تمہاری یاد میں کعبہ بنا ہوا ہے دل !
 نگاہِ شوق کے سجدے بھی بے وضو نہ ہوئے

نشانِ منزلِ دل پو پھتے ہو کیا داصِف
 چمن کے پھول کبھی محو رنگ و بو نہ ہوئے



مجھے کب زندگی کی آرزو ہے
 مگر جب تک تمہاری جستجو ہے
 بہاریں ہی بہاریں ہیں چمن میں
 گلوں میں رنگ ہے باقی نہ بُو ہے
 ڈبویا نا خدا نے جو سفینہ
 کناروں کو اسی کی جستجو ہے
 جدائی کی شکایت کر رہا ہوں
 اسی سے جو ہمیشہ دُور ہو رہا ہے
 تیرے چہرے کی رنگت دیکھتا ہوں
 یہ کس کی آرزوؤں کا لہو ہے

جسے تو پی رہا ہے میکدے میں
 لہو ہے وہ لہو ہے وہ لہو ہے

تجھے اک بار کیا واصف نے دیکھا!
 تجھے پھر دیکھنے کی آرزو ہے



پاکستان کا قلم

جو سنا تھا سنا دیا میں نے
یعنی سب کچھ بتا دیا میں نے

جس کو دیکھا گیا تھا صبح ازل
اس کا جلوہ دکھا دیا میں نے

بجلیوں کو مچلتے جب دیکھا
آشیاں خود جلا دیا میں نے

میں نے ہر سوتھرا راغم پایا
یوں ترا غم بھلا دیا میں نے

تیرے اشکوں کی بات کیا کہئے
 ہر قدمِ نوحں بہا دیا میں نے
 سب درِ خود تڑپ کے آ پہنچا
 یونہی سر کو جھکا دیا میں نے

رازِ تسلیم جب کھلا و اصف
 نقشِ ہستی مٹا دیا میں نے



مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
میرا بن کے یہ کیا کیا تو نے

میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
اس قدر غم عطا کیا تو نے

اب طلب کی طلب نہیں مجھ کو
نقشِ فانی فنا کیا تو نے

چند لمحوں میں رات ختم ہوئی
صبحِ خنداں یہ کیا کیا تو نے

تیری چاہت میں دُور جا اُکلا
 مار سوا ماورا کیا تُو نے

آج واصف نے کہہ دیا اس کو
 بخدا باخدا کیا تُو نے



مستیِ عرفان ہی ہستی کا میری ناز ہے
 آنکھ کا ہر ایک پردہ اک جہانِ راز ہے
 لٹ گئی طرزِ فغاں رنگِ وفاڑ نے لگا
 چُپ ہوا بلسل کہ گلِ محوِ خرامِ ناز ہے
 مے کشو جھومو کہ اب آنی بہارِ جادواں
 پھر وہی جوشِ جنوں ہے بے خودی کا ساز ہے
 قافلہ سے منتظر ہوٹل میں بے جاں ہے پڑا
 میرِ ملت کی طبیعت کیوں ہوئی ناساز ہے
 ملک و ملت کی نگہبانی کریں اہل جنوں
 عقل خود ہیں، خود نما، خود کار و حیلہ ساز ہے

اب جہانِ رنگِ دُبو میں انقلاب آنے کو ہے
 پھر کسی محمود کا ہی منتظر ایاز ہے
 طور سہا ہے کوئی موسیٰ قریب المرگ ہے
 ڈر گیا خبیث بر کہ آئی دور کی آواز ہے

کہہ گیا واصف جنوں میں بات کہنے کی نہ تھی
 راز کے سینے میں پنہاں سینہ ہمارا ہے



تو عبادتِ زباں سے کرتا ہے
دلِ عبادتِ فغاں سے کرتا ہے

بے حسی حاصلِ مراد تری
بات تو کس گماں سے کرتا ہے
مجھ کو تعلیم دے رہا ہے تو
بات میری زباں سے کرتا ہے

تیری دُنیا ہی دین ہے تیرا !
فیصلہ بے نشان سے کرتا ہے
یہ مجسم ہی سیفِ قاطع ہے
مشغلہ بے زباں سے کرتا ہے

تیری ہستی کا راز ہے پیسہ
سامنا نیستاں سے کرتا ہے

کیا بتاؤں کہ کون ہے واصف !
بات کس کے جہاں سے کرتا ہے

غم میں ڈوبے چاند ستارے
 رات کا طوفان دور کنارے
 تم کیا جانو، تم کیا سمجھو
 جیت کے بازی ہم کیوں ہارے
 جل میں آگ لگائی کس نے
 آنکھوں سے ٹپکے انگارے
 پھاڑ کے پھینکا چاکِ گریباں
 یار کی خاطر دار پہ وارے
 ڈمک ڈمک ناؤ ڈولے
 لے ڈوبیں گے کھیون ہارے
 اس دُنیا میں کون کسی کا
 اپنے ہی بیگانے سارے

شیخ حرم کیا ہے واصف
 میخانے میں رات گزارے

شبِ غم ہے کہ کوہِ گراں ہے !
سکوتِ دو جہاںِ محوِ فغاں ہے

وہی میں ہوں وہی کل کا سماں ہے

بہر سو رقصِ جانِ ناتواں ہے

تمہارے نام سے رنگیں ہوئی ہے
تمہیں کیا یہ ہم ساری داستاں ہے

ہرے دل میں یا میرے غیر کے گھر

خُدا رکھے سلامت تو جہاں ہے

مری جاں تو سحر ہے یا قیامت !

ترے آنے کا ہر لمحہ گماں ہے

جہاں رنگ و بو میں قید کر کے

بستم ہے پوچھتے ہو تو کہاں ہے

ترے فیضِ کرم سے آج و اصف
حسیرم لا مکاں کا راز داں ہے

ظلمتِ شب میں ترے وعدے چراغاں کر گئے
 اشکمائے بے بسی منزل کو آساں کر گئے
 وائے نادانی کیا ان کے تفساقل کا گلہ
 منفعَل ہو کے وہ ہم کو بھی پشیاں کر گئے
 آزمایا ہم غریبوں کی وفا کو بار بار !
 گاہے موہِ ناتواں گاہے سیماں کر گئے
 ہم نے پہچانا کہ ہیں خود ہی زلیخائے جہاں
 ماہِ کنعاں کر گئے پابندِ زنداں کر گئے !

ہم نے واصف دیکھ لیں تقدیر کی رعنائیاں
 اک بُتِ کافر کے وعدے یوں مسماں کر گئے



اب بیت گیا وعدے کا دن اب رات جُدائی کی آئی
 ہر اشک تیری تصویر بنا، میں کیسے کہوں تو ہر جانی
 یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کا ہے جادو
 ہے دل میں ترا سودا جب سے کہتے ہیں مجھے سب سودائی
 ہر سانس میں تیرا نام لیا ہر بار پکارا ہے تجھ کو !
 ہے یاد تری نس نس میں بسی تو لمبائی تو مادائی
 اک عمر تری راہوں میں چلے ہر گام پہ تیرے دیپ جلے
 رستے نہ کٹے، لمبے تھے بڑے، لیکن نہ طبیعت گھبرائی

واصف کو ملا ہے از بقا اب خاک نشیں ہونا ہی پڑا
 جب فیضِ نظر مولا کا ہوا کہتے ہیں مجھے سب مولائی

لذا کی ہے تری راہ میں فنا کی
ہری ہستی مصیبت تھی دوا کی

تجھے ہم ماورا سمجھے ہوئے ہیں
عبادت ہے محبت ماورا کی

ندامت سے ہراسر خجک گیا
مجھے حاجت ہوئی جب بھی دعا کی

نظام دو جہاں برہم ہوا ہے
نگاہوں نے ذرا سی اک خطا کی

وفا مشکل تھی سورت نے ہمیں دی
جفا آسان تھی تجھ کو عطا کی

زمانے کا ہے ڈر واصف و گرنہ !
ہے ان کی بات میں شوخی بلا کی

ترے خیال نے بخشی تھی جو خوشی نہ رہی
 تمہارے غم میں جو شامل تھی دلکشی نہ رہی
 بڑے قریب سے دیکھی تھی ہم نے صبحِ امید
 قریب تر ہوئے جب ہم وہ روشنی نہ رہی
 تم اپنے عہدِ جوانی کو رو رہے ہو مگر
 ہم اپنے حال پہ روتے ہیں زندگی نہ رہی
 بڑے وثوق سے ہم مہیکدے میں آئے تھے
 نگاہِ ساتھی جو اٹھی تو تشنگی نہ رہی
 ہزار کہتے کہ یہ آگِ دل لگی میں لگی !
 جب آگ لگ گئی دل میں تو دل لگی نہ رہی
 وطن وطن تمہارے ساتھ جو ہوا سو ہوا
 دیارِ غم میں کیا آبرو رہی نہ رہی

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں آنے والے ہیں
 یہ اور بات کہ آنکھوں میں جان ہی نہ رہی

طلب طلب ہے مگر دور بد نصیب سا ہے
کہ خواہگی تو رہی بندہ پروری نہ رہی

مری نوشت میں تھی خاک دو جہاں نہ
تمہارے فیضِ کرم میں تو کچھ کمی نہ رہی

محیط تھی مری ہستی پہ وہ نگاہِ کرم
بنی تھی بات مگر تابہ کے، بنی نہ رہی

وہ ایک بات کہ جس پر نہارتھا و اصف
وہ بات جانِ تمنا کو یاد ہی نہ رہی



مستی مئے عرفان کی کم ہو نہیں سکتی
بے کیف کبھی وادیِ غم ہو نہیں سکتی

لیلے کا فسوں کہئے کہ وحشت کا تقاضا
دیرانوں کی رونق کبھی کم ہو نہیں سکتی

کچھ پایا ہے یا کھویا ہے سب تیری عطا ہے
ہم خوش ہیں کہ تو صیفِ کرم ہو نہیں سکتی

جن راہوں سے ہم گزرے چراغاں ہی کیا ہے
پردانوں کی راہ، راہِ عدم ہو نہیں سکتی

اعلانِ انا الحق سے کھلا رازِ بہِ واصف
واصل جو کرے موتِ ستم ہو نہیں سکتی !



مرحبا حسنِ شانِ یکتائی
اپنی صورت کا آپ شیدائی

اے خوش ذوقِ بزمِ آرائی
خود تماشا و خود تماشا ئی !

کاسۂ چشم تھا تہی کب سے
آپ آئے تو آنکھ بھر آئی

اشکِ فرقت میں بارہا دیکھا
کیا قیامت ہے وصلِ ہرجائی

غیر کے پاس تذکرہ میدا
یاد میری تجھے کہاں آئی !

ہو کا عالم ہے سوچ کا عالم
اس کو کہتے ہیں عالمِ آرائی

آرزوئے کمالِ واصف کو
کوئے جاناں میں سر کے بل لائی

ہے ابھی تک جو سفر میں وہ میری منزل سہی
 جو نگاہوں میں عبث ہے وہ میرا حاصل سہی
 تو نہیں تو کیا ہمارے واسطے کچھ بھی نہیں
 یاد ہی تیری مری جاں گرمی محفل سہی
 پالیا ہے سب خرد مندوں نے رازِ زندگی
 ہم گریباں چاک اپنے آپ ہی قابل سہی
 تیری جانب میں نے دیکھی ہے زمانے کی نگاہ
 میرے رستے میں مری اپنی نظر حائل سہی
 کشتیوں کے واسطے گرداب ہی گرداب ہے
 نا خدا کے واسطے شادابی ساحل سہی !



مرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے
 کہ اب اشکوں میں خوں شامل نہیں ہے
 تلاشِ ناخدا مقصد ہے میرا
 مرے پیشِ نظر ساحل نہیں ہے
 نظرِ محبوب ہو جاتی ہے ورنہ !
 یہاں پردہ کوئی حائل نہیں ہے
 یہ شمع جسل رہی ہے یا پتنگا
 وہ کیا جانے جو خود واصل نہیں ہے
 ہر اک تعمیر کی تخریبِ ضد ہے
 تری منزل مری منزل نہیں ہے

ہماری خاک سے بھی بدگماں ہو
 ترے سینے میں بل ہے دل نہیں ہے
 کمالِ حُسن ہے اُنکینہ سازی
 ہمارا عشق ہی کابل نہیں ہے !

کہا ساقی نے واصف کو بُلاؤ
 کہیں کیا گرمی محفل نہیں ہے



قدم قدم تیری راہوں میں گو چراغ جلے
 ہمارے دل میں تری حسرتوں کے داغ جلے
 اگر بہار یہی ہے تو پھر خُنداں اچھی
 کھلے ضرور مگر کھل کھلا کے باغ جلے
 یہی ہے حاصل ہستی یہی ہے شمعِ مراد
 پتنگے دے کے تری بزم کا سراغ جلے
 حیاتِ نو کا ہے پیغام یا کہ حشر کا دن
 کہ دل جلا ہے بدن جل گئے اناغ جلے
 چلے تھے یار کئی ساتھ آئندہ دیکھا!
 کہ دل جلے تو ملے، نہ ملے دماغ جلے

تمہاری یاد میں جل جل کے جل گیا واصف
 چراغِ بن کے انہیں حسرتوں کے داغ جلے

انہیں بھی ہماری خبر ہو گئی ہے !
 بڑی بات تھی مختصر ہو گئی ہے
 محبت نہیں ہے تو یہ اور کیا ہے
 تری آنکھ بھی آج تر ہو گئی ہے
 ترا غم رہا زندگانی کا ساتھی
 مسرت سے اپنی بسر ہو گئی ہے
 ذرا تو نے اپنی نگاہوں کو بدلا !
 یہ دُنیا ادھر سے ادھر ہو گئی ہے

کیا آج واصِف نے سجدہ صنم کو
 یہ لغزش نہ ہوتی مگر ہو گئی ہے



آدمی کا آدمی شیدا ملے
 کون کس کے خون کا پیسا ملے
 انجمن آرائیاں ہیں چار سُو
 شہر میں ذوقِ نظر تنہا ملے
 آسمان زیرِ قدم آئے تو کیا!
 دل کی دُنیا میں کوئی رستہ ملے
 مل سکیں ارض و سما لیکن کہاں
 ڈال سے ٹوٹا ہوا پستا ملے
 نام جن کا ذہن میں آتا نہیں
 ان کا ہی چہرہ ہمیں ہر جا ملے

آج واصف کا نشیمن جل گیا
 کل یہی گلشن تمہیں جہلتا ملے

ہری ہستی عبادت ہو گئی ہے
مجھے ان سے محبت ہو گئی ہے

تیرے آنے سے پہلے تھی قیامت
تم آئے تو قیامت ہو گئی ہے
سکونِ دل سے اس کا واسطہ کیا
تری جس پر عنایت ہو گئی ہے

سرخِ زندگی بخشا ہے جس نے
اسی غم سے عقیدت ہو گئی ہے
نہیں ہے دخل کچھ تیری جفا کا
یونہی رونے کی عادت ہو گئی ہے

وہ آئے غیر کو لے کر لحد پر
مصیبت پر مصیبت ہو گئی ہے

وہ کہتے ہیں کہ واصفِ مرچکا ہے
مبارک ہو شہادت ہو گئی ہے

یار کو اشکبار دیکھا ہے
 رازِ دل اشکار دیکھا ہے !
 جس نے پایا ہے نقشِ پائے ناز
 سرِ وہی سوئے دار دیکھا ہے
 دیدہ گریاں و سینۂ بریاں
 حُسنِ کاشا ہر کار دیکھا ہے
 چشمِ ساقی میں ڈوب کر ہم نے
 قلمِ بے کتار دیکھا ہے
 بے نیازِ وفا کو دُنیا نے
 محوِ انتظار دیکھا ہے

دامنِ صبر اب کہاں و اصف
 ہر رگِ تار خار دیکھا ہے !



ہر ذرہ ہے اک وسعتِ صحرا میرے آگے
 ہر قطرہ ہے اک موجِ دریا میرے آگے
 اک نعرہ لگا دوں کبھی مستی میں سردار
 کعبہ نہ بنے کیسے کلیسا میرے آگے
 وہ خاک نشیں ہوں کہ میری زد میں جہاں
 بل کھاتی ہے کیا موجِ ثریا میرے آگے
 میں ہست میں ہوں نیست کا پیغام مجسم
 انگشت بدنداں ہے میا میرے آگے
 میں جوش میں آیا تو ہی شلزمِ ہستی
 یوں سمٹا کہ جیسے کوئی قطرہ میرے آگے

لے آیا ہوں افلاک سے ملت کا مقدر
 کیا کیجئے مقدر کا شکوہ میرے آگے
 استادِ زماں فخرِ بیاں کی ہے توجہ
 غالب کی زمیں کب ہوئی عفا میرے آگے

واصف سے میرا نام مگر راز ہوں گہرا
 ذرے نے جگر چیر کے رکھا میرے آگے



تو کرے ستم ہے ستم کرم
 تو صنم ہری میں ہری صنم
 من و تو سے بحث نہیں مجھے
 تیرا غم ہوا ہے برا ہی غم
 تیرے جلوہ ہائے قدیم نے
 کیا ہر حدوث کو ہے قدم
 کہ نہاں عیاں ہے عیاں نہاں
 ہمہ آئینم ہمہ صورتِ تم
 تیری یاد میری نسا ہے
 میرا سر جھکا ہے صنم صنم
 تیری زلف ہائے دراز کا
 میں ایازِ ناز بنا ہوں خم!

تیرے میکدے کا میں راز ہوں
 تیرے میکشوں کا میں جامِ جم
 ہے فنا بقا کی کساں خبر
 کہ جنم ہی موت کا ہے جنم
 یہ تیرے کرم کا ہے فیصلہ
 کہ میں شاہبازِ قلندر م

میں وہی ہوں واصِفِ بے خبر
 کہ نہ کم نہ بیش نہ بیش نہ کم

رندِ مولیٰ کیسے کاٹیں شامِ غم
 مے کشیِ خواباں پرستیِ جامِ جسم
 حُسنِ اوّل عاشقِ خود جلوہ گر
 ایں جہاں آئینہ روئے قدم
 خویش را بر خویش شیدا کردہ ای
 من مثالِ رنگِ گلِ محو منم
 مستیِ عرفاں مری ہستی کا راز
 رقصِ بمل سازِ ہستی دیدہ ام
 وہ ہوئے، میں ہوا کہ آپ بھی
 ہیں صنم گر بھی محوِ رنگِ صنم
 شرحِ رسمِ عاشقی ہے کیا
 چشمِ تر، آہ، سوزشِ پیہم

یادِ او، جز دیدِ او یادِ دیگر

یا لمے بت خانہ یا ٹوٹے صنم

نورِ مطلق خود تجلی کا شکار

خود پیچھے خود پائے خود کو ہر قدم

واصفِ بے نام نسبت کا نہ پوچھ
نامِ مولیٰ مل گیا اس کو قلم



دل ان سے جو مانگا تو پشیمان ہوئے ہم
 نادان تھے نادان تھے نادان ہوئے ہم
 ہم تجھ کو دکھا دیتے حُدائی کا ماشہ
 سو باتوں کی اک بات کہ انسان ہوئے ہم
 جب سے تری چوکھٹ پہ جھکایا ہے جبیں کو
 ہم رند بنے، مستی عسرفان ہوئے ہم
 ہر چہرے میں آتا ہے نظر اپنا ہی چہرہ
 خود اُنسینہ خود دیدہ حیران ہوئے ہم
 یوں دل میں لئے پھرتے ہیں تصویر تمھاری
 جیسے کسی کعبے کے نگہباز ہوئے ہم
 وعدہ ہے ملاقات کا اب آنا پڑے گا
 لے جان تری یاد میں بے جان ہوئے ہم

اس پر وہ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
 انسان کہاں مظہرِ یزدان ہوئے ہم
 پہچان گئے تجھ کو زلیخا سائے زمانہ
 بدنام ہوئے یوسفِ کنعان ہوئے ہم

اک بُت کی پرستش میں کھلا رازیہ واصف
 کافر جو ہوئے حافظِ قرآن ہوئے ہم



میں تو ہوا ہوں گردشِ شامِ دسحر میں گم
 منزل کو کیا ہوا، وہ ہوئی کس سفر میں گم!
 کیوں گم ہوئی نگاہ تری کائنات میں
 جب سے مری نظر ہوئی تیری نظر میں گم
 ساحل پہ آگیا ہے میرے ناخدا کی خیر
 اپنی بلا سے کشتی ہوئی کس بھنور میں گم
 انجامِ آرزو ہے فقط مرگِ آرزو
 دل سے نکل کے بات ہوئی خود اثر میں گم
 محشر سے کم نہیں ہے یہ ہنگامِ زندگی
 پھرتے ہیں لاکھوں آدمی تنہا نگر میں گم
 یہ اور بات تجھ کو ہماری خبر نہ ہو
 ہم ہو چکے ہیں کب سے تیری رہگذر میں گم

اب صبح نو سے خاک توقع کرے کوئی
 جب آفتاب ہو گیا گردِ سفر میں گم
 اڑنے کے بعد آپ خلاؤں میں کھو گئے
 اچھے رہے ہیں کہ رہے بال و پر میں گم

واصف وہ ایک بات جوں تک نہ آسکی
 وہ بات ہو گئی ہے مری چشمِ تر میں گم



کیا ملے داصف کی مستی کا سراغ
 چشم ساقی نے کیا روشن چہ سراغ
 ہر قدم پہ اک نئی منزل ملی
 گل کھلے ہیں یا ہمارے دل کے داغ
 خود ہوا ہے جلوہ گر حسنِ ازل !
 ہے جنوں کی سلطنت، عاجز دماغ
 مستیِ رنداں سے مجھوم اٹھی زمیں
 آسماں ہے سرنگوں جیسے ایاغ
 دل میں آنکھیں ہیں تو ہے آنکھوں میں دل
 باغ میں ہیں پھول اور پھولوں میں باغ



ہوا گئی کسی کی نظر سے مری نظر
 گویا شبِ فراق سے آکر ملی سحر
 راہِ سبز بلا نہ راہ میں کوئی بھی ہمسفر
 پوچھو نہ کس طرح سے ہوئی زندگی بہر

ہر مرحلے پہ ذہن میں یہ کشمکش رہی
 ہستی سے ہو مفرکہ مراحل سے ہو مفر
 ہم کو خودی نے اپنا خدا ہی بنا دیا
 جب بے خودی ملی تو گرے پائے یارِ پر

دارت ہے میکہ کے کا وہی زندہ نشہ کام
 جس کی نظر ہو گردش لیلِ نہار پر
 وہ دن کہاں گئے کہ محبت تھی زندگی
 اب وہ نظر کہاں ہے کہاں دل کہاں گئے

آوارگانِ عشق نے منزل کو پا لیا
راہوں میں سر پٹختی رہی عقل عمر بھر

تاثیر ڈھونڈتی تھی کبھی آہِ نارسا
اب ڈھونڈتا ہے آہ کو روتا ہوا اثر

دل پر تری جفا کے سوا اور بھی ہیں داغ
تاروں کی روشنی بھی رہی زینتِ قمر

واصف کو کس نے ہوش سے بیگانہ کر دیا
فطرت جنوں پسند تھی لیکن نہ اس قدر



کل کی بات سُناؤں آج

اچھا ہو مر جاؤں آج

جھانک میرے اَینہِ دل میں

اک چہرہ دکھلاؤں آج

تیری زلف کے بادل چھاتے

میں بارش برسائوں آج

ہجر کی رات ستارے روشن

چاند کہاں سے لاؤں آج

تڑپ تڑپ کے یہ دن آیا

تجھ کو بھی تڑپاؤں آج

میرے آنسو انگارے ہیں!

جل میں آگ لگاؤں آج

میرے گھر من موہن آئے

دیپ پہ دیپ جلاؤں آج

سکھیاں سنگ کئی جگ بیتے

ساجن کے گھر جاؤں آج

واصف گہرا راز کسی کا

میں کیسے بتلاؤں آج

چلتے چلتے رُک گئی نبضِ حیات
 بے کسی کی داستاں ہے کائنات
 ماہِ کامل کا تصور بھی نہیں
 چھا گئی دُنیا پہ گویا کالی رات
 سُرخرو ہے کس کا تُو پی کر لہو!
 دیکھنے کی ہے نہیں کہنے کی بات
 پس گئے دہقان و مزدورِ وطن
 اب بھی پُچھتے ہیں یہاں لاتِ منات
 لب پہ ہے فرعون کے نامِ خدا
 دین کا دامن ہے اب دُنیا کے ہات
 ہے جنوں کے ایک رُخ پھرنے کی دیر
 شاطرانِ ہوش کی بازی ہے مات

کون ہے واصف کہ اُجھھے آپ سے
 دل مرا ہے آپ کی کائنات

روتے روتے گزار دی ہے رات
ایک مفلس کی زندگی ہے رات

دن کو بھی رات کا خُمار رہا !
مے پرستی میں کٹ گئی ہے رات

صبحِ امید کی تلاش کہاں
صبح ہوتے ہی چھا گئی ہے رات

تیری آنکھوں کی مستیوں کی قسم !
میں نے آنکھوں میں کاٹ دی ہے رات

مشرق و مغرب و شمال و جنوب
چار سو پھیلنے لگی ہے رات

دن کو دِ اَصِف کا دل نہیں لگتا
دل لگا ہے کہ دل لگی ہے رات

مجھے منظور کب تھی زندگی تجھ سے جدا ہو کر
 ڈبویا مجھ کو تیرے درد ہی نے آسرا ہو کر
 کوئی خطرہ نہیں اب قافلے والوں کے لٹنے کا
 کوئی رہزن نہ آئے گا مگر ہاں رہنما ہو کر
 سفینہ بھی مرا، ساحل بھی میرے، موج بھی میری
 شکایت سن کے میری ناحۃ ابولاحۃ ہو کر
 نوشتہ ہے میری تقدیر کا یا آنکھ کا دھوکا!
 کہ اپنا یار ملتا ہے مگر اب دوسرا ہو کر
 خطا داروں پہ سنتے ہیں نگاہِ لطف رہتی ہے
 بلا کیا حضرت ابلیس کو یاں بنے خطا ہو کر
 نظر سے دور ہو کر ہم قریب جان رہتے ہیں
 مرے دل نے پکارا ہے مجھے تیری صدا ہو کر

ہمیں تڑپا کے بھی ان کو تڑپنا اگیا واصف
 وفا کرتے ہیں وہ ہم سے بظاہر بے وفا ہو کر

مجھ کو تیری تلاش کیا ہے اب
 تو مجسم ہی میں بنا ہے اب
 تو ورائے گماں ہی اچھا ہے
 یہ بھی میرا گماں ہوا ہے اب
 عشق سے حُسنِ حُسن سے ہے عشق
 جس نے رب رب کیا ہوا ہے اب
 منظرِ دل ہوا ہے پھر کس کا !
 زیست کا نقش مٹ چکا ہے اب
 آج انوار ہی کی بارش ہے
 شامِ غم کا دیا بجھا ہے اب
 بخدا اب خدا کا نام نہ لوں
 جھوٹ سُن سُن کے تھک چکا ہوں اب

قیس لیلیٰ بنا نہ قیس رہا
 راز مدت میں اکھلا ہے اب
 ذکرِ لیلیٰ بھی غیرِ لیلیٰ ہے
 چھوڑ غزلوں میں کیا رکھا ہے اب
 مست میں ہوں کہ تُو ہے مستی میں
 مجھ کو اتنا بھی ہوش کیا ہے اب
 رند نے آنکھ کھول کے رکھ دی
 شیخ بھی رقص کر رہا ہے اب
 وہ ہوئے مائلِ کرم خود ہی
 یونہی تو کیا سے کیا ہوا ہے اب
 دار کیا ہے بقا کا پہلا قدم
 میکدہ کیا ہے کربلا ہے اب

آج واصف بڑا ہی نادم ہے
 یونہی دامن میں چھپ گیا ہے اب

تمہاری یاد میں ہر ذرہ دل، دل نظر آیا
سکونِ دل کا مٹنا اب بڑا مشکل نظر آیا

طوافِ کوئے جاناں زیست کا حاصل نظر آیا
مٹے اس سنگِ در پہ سر، اسی قابل نظر آیا

تلاطمِ نیز طوفانوں سے ٹکراتے رہے ہر دم
دُلودی ہم نے خود کشتی جو نہی سائل نظر آیا

نگاہِ ناز کے جلوؤں کی رعنائی معاذ اللہ
کوئی بسمل نظر آیا، کوئی گھائل نظر آیا

جہانِ عشق میں اب زندگی پھوٹ کر آئی
کوئی منصورِ مستی میں سوئے مقل نظر آیا

جبین شوق نے خود آستانِ حُسن کو ڈھونڈا
 کمالِ حُسن سے ہی عشق ہے کامل نظر آیا
 تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اٹھ گیا پردہ
 ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حائل نظر آیا

نظامِ میکدہ واصِف بد لنے کے قریب آیا
 اندھیری رات میں ہم کو مہِ کامل نظر آیا

میں کہاں حُسن آشنا ہوتا !
 تو ہی پردے میں چھپ گیا ہوتا
 یہ نہ کہتے ہے داستاں اچھی
 حالِ دل آپ نے سنا ہوتا
 بند کلیوں کو توڑنے والے
 صبر کر لیتے گل کھلا ہوتا !
 موت روشن ہے زندگی تاریک
 کاش پروانہ کہہ گیا ہوتا !
 خاک اُنی بہار گلشن ہیں
 آپ ہوتے تو کچھ مزا ہوتا
 شکر ہے یہ کہ بے نیاز ہے تو
 شکر ہم سے کہاں ادا ہوتا

دل و اصِف کا کیا بہلنا تھا
 آپ ہوتے یا آپ سا ہوتا

تو ہے تیری آرزو ہے میں کہاں
 ہر طرف بس تو ہی تو ہے میں کہاں
 یہ حقیقت ہے یا اک وہم و خیال
 آئینہ ہی رو برو ہے میں کہاں

دیدہ حیراں سنبھل گل نے کہا
 یہ جمال رنگ و بو ہے میں کہاں
 پیکر ہستی میں ہستی چھپ گئی
 مجھ کو میری جستجو ہے میں کہاں

عشق اول ہے یا پہلے جس ہے
 دل نظر کی گفتگو ہے میں کہاں
 اک جہاں ڈھونڈا کرتا یوم وصال
 شام ہجراں چار سو ہے میں کہاں

سو گیا و اصف کہ گردشِ تمہم گئی !
 ہاتھ میں ان کے سبُو ہے میں کہاں

بار بار آزما کے چھوڑ دیا
 اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
 چشمِ ساقی نے مُست کر ڈالا
 شکرِ مے پلا کے چھوڑ دیا
 ہم یہ سمجھے کہ رُوبرو وہ ہیں
 آئینہ یوں دکھا کے چھوڑ دیا
 نام اپنا لیا مگر مہکو !
 میرا قصہ سنا کے چھوڑ دیا
 ناخدا نے سفینہ اُمید
 عین طوفاں میں لا کے چھوڑ دیا

یا علیؑ کہہ کے اس کو اپنایا
 اس نے واصف بنا کے چھوڑ دیا

دل کے اندر کبھی ورا دیکھا
 پرتو حُسن جا بجا دیکھا
 اب خدا آدمی نہ ہو جائے
 ہم نے ہر آدمی خدا دیکھا
 کس نے بِلّت کی توڑ دی تسبیح
 دانہ دانہ جُدا جُدا دیکھا
 خارزاروں کو سرخسرو پایا
 گل خوش رنگ زیر پا دیکھا
 واعظِ شہر بدگماں نکلا
 ہم نے زندوں کو با خدا دیکھا
 آدمیت کی لاش پر ہم نے
 رقصِ ابلیس بر ملا دیکھا

یہ بھی اعجازِ عشق ہے واصفِ
 جا بجا اس کا نقشِ پا دیکھا !

غزل کیا ہے فقط اشکوں کی مالا !
مذاق شعر نے بس مار ڈالا !

مٹا دیتے زمانے بھر کے غم
غمِ جاناں نے ہر غم میں سنبھالا

پڑے ہم ان کے پاؤں پہ تو بولے
پڑا ہے آج کس آفت سے پالا

نہ دل اپنا نہ جاں اپنی نہ ہستی
یہ سرمایہ ہے اپنا دیکھا بھالا

کمالِ سنگِ در کیے حبیب کو
نگاہ کو جانے زندہ جوالا

کسی کے راز کا دل راز داں ہے
کسی کے اذن کا ہے لب پہ تالا

کسی کی زلف ہے تاریکی شب
کسی کے رُخ سے ہوتا ہے اُجالا

کسی کی یاد ہے روئیدادِ ہستی
 کسی کا نام ہے عُنوانِ بالا
 کسی کا ہاتھ ہی دستِ شفیع ہے
 کسی کا دُکھ بنا ہے دل کا چھالا

کوئی چاہے تو یہ دُنیا ہے جنت
 کوئی رُوٹھے تو مَنہ دوزخ کا کالا

فنا سے ہے بقا و اصف نے دیکھا
 یہ ہستی کیا ہے اک رنگین حبالا

ایک وجہ قرار باقی ہے
 آپ کا انتظار باقی ہے
 اپنی ہستی پہ اختیار نہیں
 موت پر اختیار باقی ہے
 دیکھنا اپنے بس کی بات نہیں
 ہاں مگر ذکرِ یار باقی ہے
 اپنے دامن میں کوئی تار نہیں
 سانس کا ایک تار باقی ہے
 تجھ سے جو دور ہے وہی فانی
 سانس کا ایک تار باقی ہے
 جس کو ہو تجھ پیار باقی ہے

کوئی دامن نہیں کہ پھیلا دوں
دامنِ داعنِ دارِ باقی ہے

دور ہی بے وفاتھا آپ نہ تھے
آپ کا اعتبارِ باقی ہے

کارواں کوچ کر گیا واصف
کارواں کا غبارِ باقی ہے !

مراد جو دیکھا تھا تیرے پیار سے پہلے
 خزاں رسیدہ چمن تھا بہار سے پہلے !
 شبِ سیاہ میں تاروں کی روشنی کب تھی
 چراغ جلتے ہیں کب انتظار سے پہلے
 کسی کے دم سے ہے ہستی میں اعتماد کا رنگ
 میں خود گریز تھا اس اعتبار سے پہلے
 طلب ہے جانِ طلب اس کو جاں نثار نہ جان
 زمانہ مر گیا اس جاں نثار سے پہلے
 وہ پہلی بار ملا جب مجھے خیال ہوا
 میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے
 وہ آدمی تھا کہ جھونکا تھا بادِ صرصر کا
 اڑا کے لے گیا رنگت قرار سے پہلے

گذر نہ ہوش سے الفت میں جلد بازی نہ کر
 مذاکرات بھی کر اپنے یار سے پہلے
 تعینات میں رہ کر جنوں کی بات نہ کر!
 نکل حرد کے گریبان کے تار سے پہلے

ازل سے بارِ امانت ہمیں ملا واصِف
 ہزار بار تھے اس ایک بار سے پہلے

بدلے ہوئے حالات سے ڈر جاتا ہوں اکثر
شیرازۃ ملت ہوں بکھر جاتا ہوں اکثر

میں ایسا سفینہ ہوں کہ ساحل کی صدا پر !
طوفان کے سینے میں اتر جاتا ہوں اکثر

میں موت کو پاتا ہوں کبھی زیر کھنڈ پا
ہستی کے گماں سے بھی گزر جاتا ہوں اکثر

مرنے کی گھڑی آئے تو میں زلیست کا طالب
جینے کا تقاضا ہو تو مرجاتا ہوں اکثر

رہتا ہوں اکیلا میں بھری دنیا میں 'واصف'
لے نام ہر اکوئی تو ڈر جاتا ہوں اکثر

میرے وطن کی خیر مہری انجمن کی خیر
 گرگس کے اژدہام کی زارغ وزغن کی خیر
 برقِ تجلیات کی رنگِ چمن کی خیر
 جلتے ہوئے نشیمن، سرد سمن کی خیر
 کس بانچن سے دستِ قضا نے کیا شکست
 اس جامِ آرزو کی، اسی بانچن کی خیر
 صحرا کی دستوں میں صبا بھی سموم ہے
 جس کا وطن اُجڑ گیا اس بے وطن کی خیر
 دیکھا ہے ہم نے غم سے سیاہ پوش آفتاب
 کیسے کہیں کہ صبح کی پہلی کرن کی خیر
 اب کارواں کو ڈھونڈتی ہے گردِ کارواں
 رہبر بھی کہہ رہا ہے کہ ہوا ہزن کی خیر

سیاس دہرنے جسے مفلوج کر دیا !
 اس نوجوان ، مردِ جبری ، صفِ شکن کی خیر

اک مختصر طلب ہے مری جہاں بُرا نہ مان
 کاغذ کا ہی سہی ہو میسر پر ہن کی خیر

یہ آرزو کا خون ہے واصف بُرا نہ مان
 آتی نہیں نظر مجھے چرخِ کہن کی خیر

اپنی خبر نہیں ہے تیرے انتظار میں
 بس میں بہار ہے نہ خزاں اختیار میں
 جو بدگماں تھے وہ ابھی بدگماں ہیں
 جن کو تھا اعتبار وہ ہیں اعتبار میں
 گلشن میں اپنا کون تھا سا تھی نہ اشیاں
 رکھ لی قفس نے اُردو فصل بہار میں
 راہ طلب میں ہم سے کوئی بھول ہو گئی
 اغیار آ رہے ہیں نظر کوئے یار میں

ماریو سیوں نے ساتھ دیا لامکان تک
 اُمید سو گئی تھی تیری راہ گزار میں !

بیباکی اور چیز ہے گُستاخی اور شے
 لازم ہے احتیاط، سو ہے مے گسار میں

واجفِ جہانِ عشق میں سوداگری ہے جرم
 کب جیت کو ختم ہے جو ہے لطف ہار میں

غَمِ زمانے کے اور جاں تنہا
تُم وہاں اور میں یہاں تنہا

تیری دُنیا میں اک ہجوم سہی!
ہم غریبوں کا ہے جہاں تنہا

ایسے رہبر کو راہِ برمت جان
چھوڑ آئے جو کارواں تنہا

برق بھی ساتھ جل گئی ہوگی!
جل نہیں سکتا اشیاں تنہا!

دعویٰ کجے مگر دلیل کے ساتھ
ورنہ بے کار ہے بیاں تنہا

عقل کو محو گفتگو پایا
عشق دیکھا ہے بے زباں تنہا

چل دیئے سب مریض سوائے عدم
رہ گئیں چارہ سازیاں تنہا

میں نہ ہوتا تو اُسینہ رہتا
اپنی ہستی میں بے نشان تنہا

اور واضح کو کچھ نہیں درکار
ہاں تیرا سنگِ اُستِاں تنہا

جہاں پھیلے تیری یادوں کے سائے
 ستارے بن کے آنسو جگمگائے
 تمہاری بے رُخی کو حناک پروا
 تیری محفل میں کوئی خاک آئے
 وہ منہ کو پھیر کر کہتے ہیں مجھ سے
 تمہارا حال اب دیکھنا نہ جائے
 تیری یادوں کے رنگیں پھول ہم نے
 خم گیسوئے دوراں میں سبائے
 محبت ہو تو مسجودِ ملائک
 نہیں تو ہم سے بہتر چارپائے
 گریباں کیا ہے کیا اس کی حقیقت
 ہری وحشت سے صحرانوف کھائے
 انہیں سے پوچھنے واصف چلا
 اجازت ہو تو آؤں بن بھلائے

قَتیلِ ناز ہوئے ہم کہ شہباز ہوئے
 ہوئے تو خاک مگر ہم جہانِ راز ہوئے
 نظامِ گلشن ہستی سنوارنے کے لئے
 سجودِ اشک بنے سجدۂ نیاز ہوئے
 مثالِ برقِ تپاں خود جلے ہیں گلشن میں
 گلوں کا رنگ بنے بلبلوں کا ساز ہوئے
 دلیلِ قرب فقط ایک سجدۂ واجب
 سجودِ شوق سے ہم آج سرفراز ہوئے
 ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
 حیرم ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے
 اسیرِ زلف ہو اشانہ حیرم خیال
 کہ رندِ مست بنے میکدے کا راز ہوئے

جمالِ ساقیِ دوراں کہاں کہاں واصف
 زہے نصیب کہ ہم نقشِ پائے ناز ہوئے!

آپ آئے تو موت بھی آئی
 آج دیکھیں گے ہم مسیحائی
 بھومتا ہے نظامِ قلب و نظر
 عُن نے لی ہے آج انگریزائی
 کاسہ چشم تھا تہی کب سے
 آپ آئے تو آنکھ بھر آئی
 تیرے ذوقِ نظر کا کیا کہنا
 میں تماشا ہوں تو تماشا شائی
 کاکلِ زندگی کے پیچِ دُشمن
 لے اڑے تیرے غم سے سعنائی

میں نے ہر اشک میں تجھے دیکھا
 کون کتا ہے تجھ کو ہر جانی
 منتظر ہے غریب خانہٴ عشق
 اس طرف بھی ہو جلوہ آرائی

پیشِ غم کو آگئے واصف
 آج اپنی بھی بات بن آئی

بہت بہکے مگر رندوں نے کی ہیں ہوش کی باتیں
 ترے رُخسار و گیسو کی تری آغوش کی باتیں
 جو خاموشی سے سجدے کر رہا تھا تیرے سائے کو
 زمانہ کر رہا ہے اب اسی خاموش کی باتیں
 نہ اب سے تشنگی باقی نہ اب احساسِ محرومی
 نہ اب فردا کی باتیں ہیں نہ اب ہیں دوش کی باتیں
 ہمیں اب تو خبر اپنی نہیں پر ہوش ہے اتنا!
 سر راہے سنی تھیں ہم نے اک مدہوش کی باتیں

جوانی ہی نہیں باقی تو دِ اَصِفَ ذکر کیا کرنا
 کہاں تک کیجئے گا آپ اس رُپوش کی باتیں

بے نیازِ کھنر و ایماں ہو گیا
 بندہ پرورِ دل پریشاں ہو گیا
 دامنِ گل چاک ، لالہ داغدار
 کیا سے کیا رنگِ گلستاں ہو گیا
 نیم شب آہ و فغاں کے سامنے
 مرحلہ آیا جو آساں ہو گیا
 ظلمتِ سود و زیاں میں دن گیا
 رات آئی تو چہرا غاں ہو گیا

تیرے در سے آشنا ہونے کے بعد
 بے نوا و اصفِ غنہ لخواں ہو گیا

آسماں بھی جنوں کے زیرِ دام
 سوچتی رہ گئی خردِ انجم !
 اس مُسافر کو کیا کہے کوئی
 جس کو صحرا میں آگئی ہو شام
 کہ رہا ہے مرا نصیب ابھی
 تیری زلفوں کے سائے میں اُم
 تیرے غم سے نہ مل سکی فرصت
 ورنہ دُنیا میں اور بھی تھے کلام
 آدمی ساقی آدمی مُستی !
 آدمی مے ہے آدمی جام !

عمر ساری سفر میں بیت گئی
 فاصلہ طے نہ ہو سکا دو گام
 میں تیرا آئینہ ہوں، دیکھ مجھے
 مسکے پہلو میں ہے بڑا ہنگام

اپنی منزل کوئی نہیں واصف
 ہم ازل تا ابد رہے بے نام



تو ہوا کس کے اشتہار میں گم
 ایک دُنیا ہے تیرے پیار میں گم
 منزلیں راہ پر فُشرباں ہیں !
 کارواں کیوں ہوا غبار میں گم
 کس صفائی سے کر دیا کس نے
 آشیاں ہی بھری بہار میں گم
 دے گئے ہم کو کاروبارِ ذوق
 خود ہوئے ذوقِ کاروبار میں گم !
 جو زمانے کے راہبر تھے انہیں
 کر دیا تو نے اعتبار میں گم
 اپنی چھوڑو، کہو زمانے کی
 بات یوں کر دی اختصار میں گم

بے قراری میں کھو گئی منزل
 اور رہبر رہا شہار میں گم
 کل ہوا میکدے میں گم مے کش
 آج میخانہ مے گسار میں گم

آج وہ لوگ ہیں کہاں دامن
 جو ہوئے تیری رہ گزار میں گم!



مجھے تم سے محبت، توبہ توبہ
 یہ گستاخی یہ جبرأت، توبہ توبہ
 اٹھا رکھا ہے سر پہ آسماں کو
 مگر بارِ امانت، توبہ توبہ
 چلا ہے شیخ میخانے کی جانب
 مجھے کر کے نصیحت، توبہ توبہ
 سلگتا ہے ابھی تک ذرہ ذرہ
 ترے عاشق کی تربت، توبہ توبہ
 سرِ بازارِ رسوائی کے ڈر سے
 ہوئے عشاقِ رُخت، توبہ توبہ
 بڑی مدت کے بعد آنا ہوا ہے
 مگر جانے میں عجلت، توبہ توبہ

نہ پوچھو کس لئے روتا ہے واصف
 ”گناہوں پر ندامت“، توبہ توبہ!

یہ تیری نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے
 زندہ ہوں یہ احسان تیرا کون سا کم ہے
 شکوہ تو نہیں ہستی اگر وقفِ الم ہے
 غمخوار نے منہ پھیر لیا مجھ سے ستم ہے
 خود دار ہوں خود سر ہوں میں خود مست ہوں لیکن
 تو سامنے آجائے تو سر آج بھی خم ہے
 سب تیری فسوں کا رنظر کے ہیں کمرے
 دارا ہے سکندر ہے نہ جمشید نہ جم ہے
 تقدیر بدل جاتے تو حاصل بھی ہے تقدیر
 آغاز کی پیشانی پہ انجمِ رستم ہے
 ایسی ہی اداؤں پہ تو مرجاتے ہیں ہم لوگ
 زندہ ہوں کہ قاتل کو مری موت کا غم ہے

یادوں کی گزر گاہوں میں اُرتے ہیں بگملے
 سجدوں کا نشان ہے نہ کوئی نقشِ قدم ہے
 اندازِ قلندر کے نہ بے باک ہوں کیونکر
 ہستی کا وجود اس کی نگاہوں میں علم ہے
 خالی تھی بڑی دیر سے یہ لوحِ زمانہ !
 اب آہِ سحر گاہی کے ہاتھوں میں قلم ہے

سجدہ ہو تو میخانے کے دروازے پہ دل سے
 سانی کی نظر ہو تو یہی بابِ حرم ہے



تمہارے وعدے بہت ہم نے آزمائے ہیں
 قدم قدم پہ ہزاروں فریب کھائے ہیں !
 یہ اور بات کہ تجھ کو خبر نہیں میری
 چراغ کس نے تیری راہ میں جلائے ہیں
 درائے دیرو حرم ڈھونڈنا پڑے گا انہیں
 نکل گھر وندوں سے جو راستے میں آئے ہیں
 تمہاری زلف بکھرتی تھی جن کے شانوں پہ
 تمہاری بزم میں وہ لوگ اب پرائے ہیں

خوشی سے آج ستارے بکھیر دے واصف
 وہ آج بامِ فلک سے اُتر کے آئے ہیں

بزمِ امکاں میں رہوں کون و مکاں تک دیکھوں
 ایک آتا ہے نظر چہرہ جہاں تک دیکھوں
 ہو گئیں عظمتِ انسان کی راہیں تاریک
 ایک انسان کی میں راہ کہاں تک دیکھوں
 حسرتِ دیدِ منم حاصلِ عرفانِ منم
 دیکھنا چاہوں تو اک اُجڑے مکاں تک دیکھوں
 میرے افسانے سے ہے تیرا فسانہ تمام
 چاہِ زنداں سے تیرے حسنِ بیاں تک دیکھوں
 مسکراہٹِ تیرے ہونٹوں پر مرے قتل کے بعد
 حُسنِ معصوم تجھے حدِ گماں تک دیکھوں!
 چشمِ آہو میں نہاں موجبِ قتلِ زلم پاؤں!
 حلقہٴ زلفِ سیاہ کوہِ گراں تک دیکھوں

دیکھ لوں حُسنِ ازلِ تاب کہاں سے واضح
 حُسنِ انساں سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

ان سے ہو روز ملاقات ضروری تو نہیں
 ہو ملاقات میں کچھ بات ضروری تو نہیں
 جام چھلکاتی ہو برسات ضروری تو نہیں
 مے کشی رندِ خرابات ضروری تو نہیں
 یوں تو ہر رات کی قسمت میں ہے سحر لیکن
 ہاں مگر ہجر کی اک رات ضروری تو نہیں
 ہے کوئی پردہِ تخیل کے پیچھے پنہاں
 حسنِ پابندِ حجابات ضروری تو نہیں

چشمِ ساقی کا قطف ہے مشیتِ واصف
 سب پہ کیساں ہوں عنایات ضروری تو نہیں

ان کے رخ پہ نگاہ کرتا ہوں
 اپنی ہستی تباہ کرتا ہوں!
 اب ندامت پہ ہی ندامت ہے
 ایک تازہ گناہ کرتا ہوں
 گاہ قطرے میں دیکھتا ہوں بحر
 کوہ کو گاہ گاہ کرتا ہوں
 کیا گراں بار ہو گئی ہستی
 موت سے ہی نباہ کرتا ہوں

ویسا چہرہ کوئی نہیں واصف
 اپنے دل میں نگاہ کرتا ہوں!

نہ میں آیا نہ میں لایا گیا ہوں !
 وہی "کن" ہوں جو فرمایا گیا ہوں

میں ایسا گیت ہوں کہ ہر زبان سے
 ہر اک انداز میں گایا گیا ہوں

حقیقت کھل چکی اس بات کی اب
 کہ تڑپا ہوں یا تڑپایا گیا ہوں

میری اپنی نہیں ہے کوئی صورت
 ہر اک صورت میں دکھلایا گیا ہوں

بہت بدلے میرے انداز لیکن
 جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں

وجودِ غیر ہو کیسے گوارا !
 تری راہوں میں بے سایہ گیا ہوں

شبِ غم، سوزِ ہستی اور تری یاد
 بکھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

یہاں جلوے ہوئے حائلِ دید
 خدا جانے کہاں لایا گیا ہوں

انہوں نے جب کہا واصِف کہاں ہے
 نخلِ ہستم کہ بے مایہ گیا ہوں



بلا عنوان فسانے ہو رہے ہیں !

بڑے دلکش ترانے ہو رہے ہیں !

نہ اب وہ ہیں نہ ان کی یاد باقی !

انہیں دیکھے زمانے ہو رہے ہیں

چراغاں کر گئے جو میسری راتیں

انہیں کے دن سہانے ہو رہے ہیں

ہم آجاتے مگر ہم کیسے آتے

بہانے یہ پُرانے ہو رہے ہیں

نظام الدین کی بستی اب رہی ہے

کہ خسرو کے فسانے ہو رہے ہیں

ذرا ان کی سنو باتیں کہ واصف

ٹھکانوں پر نشانے ہو رہے ہیں !

اب کہاں اجتناب کے دن ہیں
 ساقیا یہ شراب کے دن ہیں
 زلف لہرائی کہ گھٹا چھائی
 شوق کے احتساب کے دن ہیں
 پھر جبین سائی کر رہا ہے عشق
 حُسن کے اضطراب کے دن ہیں
 ان خرابوں میں جو شراب ہوا
 اسی خانہ خراب کے دن ہیں
 یہ ہے میخانہ و صنم خانہ
 راہ کے انتخاب کے دن ہیں !
 سوتے میخانہ آ رہا ہے کوئی !
 میکشوپچ و تاب کے دن ہیں

رات جس بزم میں کٹی و اصف
 اسی محفل کے خواب کے دن ہیں

ہمارے پاس تھے کل تک جو زندگی کی طرح
 بچا کے گذرے ہیں دامن وہ اجنبی کی طرح!
 اب اعتبار کی حد سے نکل گئی ہے گمن
 وہ دل لگاتے ہیں ہر اک سے دل لگی کی طرح
 وہ چاہتے ہیں انہیں ہم خدا بنا ڈالیں
 سلوک کرتے ہیں جو ہم سے آدمی کی طرح
 نیا زمانہ، نئی روشنی، نئے انساں
 جہاں سے اُٹھ گئی ہر رسم عاشقی کی طرح
 ہمیں ملی ہے کسی کے لبو سے آزادی
 ہمارا خون بھی شامل ہو اب کسی کی طرح
 نہیں ہے غم بھی برا آپ ہی کے غم جیسا
 مری خوشی بھی نہیں آپ کی خوشی کی طرح

وہ بات جس کے لئے غمزدہ تھے ہم واصف
 وہ بات بھول گئی ہے ہمیں ہنسی کی طرح

تجھے پایا ہے خود کو کھو گیا ہوں
 بہت جاگاتھا میں اب سو گیا ہوں
 مٹایا جس نے نقشِ وہم، ہستی
 اسی پیکر کا سایہ ہو گیا ہوں
 مرا ثانی نہیں ہے کوئی شاید
 زمیں سے آسمان تک تو گیا ہوں !
 مجھی سے پوچھتے تھے وہ کہاں ہے
 بدل کر بھیس میں واں جو گیا ہوں
 انہیں کے فیض سے لب کھل گئے ہیں
 دگر نہ میں وہاں کم لو گیا ہوں

نہ وہ آئے نہ وہ آئیں گے واصف !
 مجھے جانے میں کیا ضدؔ لو گیا ہوں !

جہاں راز ہوں اُو سحر ہوں
شب تاریک ہوں روشن قمر ہوں

مرا ہونا نہ ہونا ہے برابر !

حیاتِ جاوداں سے بے خبر ہوں
کسی مینخانے کا ہوں ناز گویا !
قیامت ہوں کہ ساقی کی نظر ہوں

رواں ہوں رہنورِ دُشوقِ منزل
میں دریا ہوں کہ ہستی کا سفر ہوں
کبھی مینا کبھی مست مے ناب !
کبھی گردش کبھی چوکھٹ پہ سر ہوں

میں ہوں بانگِ درائے صدا نا احق
ہزاروں داریں میں ایک سر ہوں

نہ میں واصفِ غزلِ الیٰ ہوں نہ رومی !
میں ناداں ہوں کہ دانائے دگر ہوں

تمہاری انجمن گرما گیا ہوں
نہ آتا میں مگر اب آگیا ہوں

پلائے ہیں مجھے ساتی نے وہ جام
نظامِ مسکدہ پر چھا گیا ہوں

جنونِ باخبر کا راز بن کر !
خرد کی گتھیاں سلجھا گیا ہوں

الا یا اُیُّھا الّٰتی نظَرَ کُن
پلافتُزَم کہ صحرَا آگیا ہوں

سکونِ دل کی داصِف کو طلب کیا
تڑپ کر دہر کو تڑپا گیا ہوں



ذوقِ منزلِ تڑپ لگن ہے کہاں
سہل ہے راستہ کٹھن ہے کہاں

شاہراہوں پہ گھُورنے والو
شاہبازی کا یہ چلن ہے کہاں

پھول تولے گئے ترازو میں
حسن میں بانچپن پھبن ہے کہاں

چشمِ بینا ہے رُوح کی منزل!
دیدِ حق شاملِ بدن ہے کہاں

کارواں کوچ ہو رہا ہے اب !
 بے خبر تو ابھی مگن ہے کہاں
 بس رہی ہے فضا میں بوئے علیؑ
 عنبر و نازِ خُستن ہے کہاں

راہ برہی نہ ہو کہیں واصفؑ !
 لوٹنے والا رہزن ہے کہاں



بلے نام داستان ہے، ارمانِ زندگی !
گرتا ہوا مکان ہے احسانِ زندگی !

دل پر تری جفا کے سوا اور بھی ہیں داغ
تاروں کا اک جہاں ہے دامنِ زندگی

کیا جانیں کس خیال میں ہم آگئے کہاں
تکفیر کا گماں ہے ایمانِ زندگی !

رو کے آج کاٹ رہے ہیں شبِ فراق
گردانِ الامان ہے سامانِ زندگی

واصف نے مر کے سیکھی ہے تسلیم کی ادا
منصور کی زبان ہے، تداوانِ زندگی !

اُردو اتنی ہے جانِ اُردو !
 جستجو و جستجو و جستجو
 ضبطِ غم سے تھی ہماری اُبرو
 اشکِ رُک جائے ٹپکتا ہے لہو
 ہم کو ذوقِ دید لے آیا کہاں
 آئینہ ہم، ہم نظر ہم رُو برد
 خاموشی ہے گوشِ بر آواز کیوں
 بام و در میں ہو رہی ہے گفتگو
 منبرِ تلقین پر رندِ خراب
 چڑھ گیا ہے ہاتھ میں لے کر سبُو
 بند ہو جائے تو کھل جاتی ہے انگٹھ
 دُور سے آتی ہے پیراہن کی بُو

ٹوٹ جاتی ہے کلی کھلتی نہیں
 دامن گل ہو نہیں سکتا رُفُو
 آنکھ ساجد آنکھ ہی مسجود ہے
 خونِ دل سے آنکھ کرتی ہے وضو
 کم لگا ہی ہے حرم سے بدگماں
 چشمِ بینا ہو تو کعبہ چار سُو

بن کے افسانہ ترا جان بہار
 پھر رہا ہے آج واصف کو بہ کو



ہوش و خرد کی راہ میں
مست بنا گئے بھی وہ

دے کے سراغ زندگی
کر کے فنا گئے بھی وہ

لوری سنا کے پیار کی
مجھ کو سلا گئے بھی وہ

بن کے وفا کی داستاں
دے کے دغا گئے بھی وہ

شامِ فراق میں مگر
دیپ جلا گئے بھی وہ

واصف کو راز کی خبر
دے کے چھپا گئے بھی وہ

کیا سناؤں میں دل کا افسانہ !
 گاہے آباد و گاہے ویرانہ !

جل رہا ہے مثالِ شمع یہ !
 یوں ترپتا ہے جیسے پروانہ

لوٹ کر رہ گئی ہے اک تسبیح
 اور بکھرا پڑا ہے ہر دانہ

آپ کا نام لیتے ڈرتا ہوں
 اور ہر نام سے ہوں بیگانہ

گلِ صد چاک و قطرۂ شبنم
پیش ہے یہ حقیر نذرانہ

چشمِ ساقی کی مستیوں کی قسم
ایک دل صد ہزار پیماں

آپ کہتے ہی کوئی بات نہیں
یونہی واضح ہوا ہے دیوانہ



مرے ندیم مرے ہم سفر مرے محسن !
 ترے فراق نے بخشا ہے ذوقِ دار و رس
 تمہاری یاد میں پھولوں کے ہار مرجھائے
 اڑا لیا ہے خزاؤں نے آج رنگِ چمن
 تمہارے بخشے ہوئے آنسوؤں کا کیا کہنا
 سیاہ رات ستاروں سے ہو گئی روشن
 تر اہاں فقط رنگِ دلو کا ہے منظر
 برے جہاں میں کچھ بھی نہیں سوائے لگن
 میں بے نیاز جہاں ہوں کہ بے نیاز وجود
 مری زمیں ہے مرے آسمانِ زمان و زمن
 تمہاری دنیا میں ہر دم موت کا خطرہ !
 فنا سے دور بقائے دوام میرا وطن

چراغِ جلتے ہیں یا دل کے داغ ہی و اصف
 حسین یادوں نے دل کو کیا حسیں مدفن

ملے ہیں ان سے ہم نامحرمانہ

کہ محرم ہو گیا سارا زمانہ

تیری رحمت نہ دیتی گر سہارا

کہاں کھٹتا طریق کافرانہ

نقاب رُخ بنی اُٹھی نہ اب تک

نظر ڈالی تھی ہم نے طائرانہ

تری معصوم نظروں کو خبر کیا

تڑپ کر خود ہوا ہے دل نشانہ

بڑی مدت میں پایا راز و اصف

جبین شوق ہی ہے آستانہ !



میں کہاں اور کونے یار کہاں !
وہ بُلا لیں یہ اختیار کہاں !

آہی نکلے جو میکدے میں ہم
رہ گیا پاس ننگ و عار کہاں

وہ ہوئے مائل بہ کرم خود ہی !
ہم نے ان سے کیا ہے پیار کہاں

چشمِ زرگس بنا ہوا ہے دل !
دھونڈنے جائیں تجھ کو یار کہاں

آبھی جاؤ کہ زلیت ختم ہوئی
رہ گئی تابِ انتظار کہاں

میں ہوں منصوبہ وقت ڈرکس کا
دھونڈتا ہوں چھپا ہے دار کہاں

تھم گئی گردشِ زمان و مکاں
میکدے میں ابھی بہار کہاں

جب سے یہ کاروبارِ ذوق ہلا
رہ گیا ذوقِ کاروبار کہاں

کھا رہے ہیں نظامِ نو کی قسم
بولنے لگ گئے مزار کہاں

آج واصف نے پھر غزل کہہ دی
اب نہ کہتے کہ بار بار کہاں!



آج ان کا پیام آیا ہے
 خیر سے میرے نام آیا ہے
 دلِ ناکام کام کا نکلا !
 بعد مرنے کے کام آیا ہے
 بولا صیاد جب مجھے دیکھا
 تو کہاں زیرِ دام آیا ہے
 ہم سفر جیسے ہو گئی منزل
 ایک یہ بھی مقام آیا ہے
 موت کا ہے یہ آپ کا ہوگا
 بے خودی میں سلام آیا ہے
 آہی جائے گا عید کا دن
 یونہی ماہِ صیام آیا ہے

مر گئے انتظار میں واصف
 تب کہیں لب پہ جام آیا ہے

چاند کے انتظار میں تارے
 ڈوبتے جا رہے ہیں بیچائے
 پوچھتے کیا ہو وجہ بربادی
 آشیاں میں پڑے تھے انگارے
 ہم کہاں ظلم آشنا ہوتے
 ہم لگا ہ کرم کے تھے مارے
 ہو گئی دید موت سے پہلے
 آج ارماں نکل گئے سارے
 خود تو ڈوبے صنم بھی لے ڈوبے
 شہر میں لے گئے تھے بنجائے
 ہے وہی کشتہ زندہ جاوید
 غمے تسلیم جن کو تو مارے

آج اشکوں نے ابرو رکھ لی
 یوں تو عُشاق تھے بہت سارے
 دل کے ٹکڑوں میں دل سلامت ہے
 جیسے قرآن کے ہو گئے پارے

آج واصف علی غزنخواں ہیں
 کل تلمک تھے خموش بیچارے

پیار سے دل بڑا ہی ڈرتا ہے
 ڈرتے ڈرتے بھی پیار کرتا ہے
 آدمی آدمی کا تِل ہے !
 آدمی آدمی پہ مرتا ہے
 زندگی ہے مگر تھائے بعد
 موت کا سا سماں گزرتا ہے
 غم ہستی رہا شریکِ حیات !
 غم سے ہی آدمی نکھرتا ہے
 زخمِ الفت حریص کا دل ہے
 کیا بھرے گا کہ روز بھرتا ہے
 کیا قیامت ہے بحرِ غم میں دل
 ڈوبتا ہے کبھی اُبھرتا ہے

تیری راہوں میں کھو گیا واصف
 ذکرِ تیرا جہاں سے کرتا ہے !

ہم نے مانگا تھا کیا نظر کے سوا

ہم نے پایا ہے کیا خبر کے سوا

کارواں سے متاعِ ذوقِ سفر

کس نے لوٹی ہے راہِ سبر کے سوا

ان کچے جلوے ملیں گے شرق و غرب

ان سے ملے ہمارے گھر کے سوا

دادِ زخمِ جگر ملی ہے مجھے

ایک دُنیا سے چارہ گر کے سوا

کچھ نہیں ہے فقط فریبِ نظر

کھکشاں تیری رہگذر کے سوا

شبِ فرقت کٹی ہے مرمر کے

موت کیا چیز ہے سحر کے سوا

اس جہانِ خراب میں واصِف !

شور کے بعد کیا ہے شر کے سوا !

رہبر نہ ملے رستے بلے رہزن تھے بڑے پچتے پچتے میخانے کے درہم آنکے
 ہم دن کو چلے راتوں کو چلے چلتے ہی رہے، روتے روتے میخانے کے درہم آنکے
 ساتھی بھی ملے جو چھوڑ گئے، دل بوجھ ملے دل توڑ گئے، ہم ٹوٹا دل لے کر ہنستے رہے
 چلتے ہی رہے جانے کیسے بے جان ہوئے مرتے جیتے میخانے کے درہم آنکے
 مجنوں سے ملے، صحرادیکھے کانٹے بھی چبے، چھالے بھی پڑے، وحشت تھی گرسائی کی نظر
 بیاہ رہے، ناشاد رہے، جو کچھ بھی ہونے ہم ان کے تھے میخانے کے درہم آنکے
 سبحان اللہ ما احسک، ما احسک، ما احسک، ہم نے بھی سنا ہم نے بھی کہا
 ساتی کی ثنائیں ہر ذرہ پیانہ تھا، ہم پی پی کے چلے میخانے کے درہم آنکے

ساتی کی نظر سے اپنی نظر مل جاتی مگر ہم جھکتے ہوئے پاؤں پر گرے یوں محو ہوتے
مستی جوئی ہم مست ہوئے کچھ بھول گئے کہتے کہتے میخانے کے درہم آنکے

سب چاک کھلے سلتے سلتے ہم خود سے ملے ان سے ملتے ہم اکھ ہوئے جلتے جلتے
یہ کھیل انوکھا ہم کھیلے، موتو اقبل ہم کیا کہتے، میخانے کے درہم آنکے

تھا رقص انا الحق دار ونا، پیمانہ بھرا و اصف نے پیا، ہر سمت عیاں و جلالہ ہوا
فی انفسکم، ہو معکم، خود ان ملا، کیوں چپ رہتے، میخانے کے درہم آنکے !

ہم طرزِ فغاں اور ہی ایجاد کریں گے
 ہم بھول کے تجھ کو نہ کبھی یاد کریں گے
 ہم چاک گریبانوں کو آداب سے کیا کام
 ہم تجھ سے تراشکوہ بے داد کریں گے
 دم گھٹتا ہے سینے میں نئے دور سے اپنا
 ہم پیرویِ مسلکِ اجداد کریں گے
 انصاف کی جب تجھ سے توقع ہی نہیں ہے
 سہیلیں گے ستم ہم کہاں فریاد کریں گے
 اڑ جائے گی جب خاکِ نشین تو بلا سے
 وہ کنجِ قفس سے مجھے آزاد کریں گے

معلوم نہیں جن کو مرا حال ہی واصف
 وہ شاد کریں گے بھی تو ناشاد کریں گے

نگاہیں کھل گئیں لبِ سل گئے ہیں
 سرِ راہ وہ اچانک دل گئے ہیں
 جمالِ رنگ و بو سے بچ بچا کر
 کلی مسکائی ہے گل کھل گئے ہیں
 میرے دل پہ نظر تھی اک جہاں کی
 ترے غم میں بڑے غم دل گئے ہیں
 دل و جاں لے چلو تم پاس ان کے
 ہزاروں لوگ لے کر دل گئے ہیں !

جنہیں خود ڈھونڈتی پھرتی ہے منزل
 وہی دِ اصف سوئے منزل گئے ہیں

زندگی آپ کی امانت ہے
 لے لیں واپس بڑی عنایت سے
 دن تو دنیا میں کٹ گیا لیکن
 رات یکسے کٹے قیامت سے
 جس جب اس قدر مسلط ہو
 سانس لینا بڑی عنیت ہے
 میں نے ماحول میں وفا بانٹی
 مجھ سے ماحول کو شکایت ہے
 کوئی دیکھے مری نظر سے اگر
 آئینے میں تمھاری صورت ہے
 بھولنا اس کو میرے بس میں نہیں
 یاد رکھنا جسے مصیبت ہے

اپنا اپنا نصیب ہے واصف
 غم ہمارے، تیری مسرت ہے

رازِ اُلفت عیاں نہ ہو جائے
 خامشی اب زباں نہ ہو جائے
 مسکراہٹ کے گل پہ شبنم اشک
 یوں ترا غم بیاں نہ ہو جائے
 ان کے آنے میں شک نہیں لیکن
 اپنی ہستی گماں نہ ہو جائے
 ہر قدم پر بچھا دیسے تارے
 تیری راہ کھکشاں نہ ہو جائے
 دل میں حسرت بھی اب نہیں ملتی
 یہ مکاں لامکاں نہ ہو جائے
 اس کی آنکھوں کا ایک اک قطرہ
 قلم بے کراں نہ ہو جائے

میری لوحِ جبین ہی واصل !
 حسن کا آستان نہ ہو جائے

موسم گل کیا گیا، سب آتشیں جذبے گئے
 ہاتھ سے جگنو اڑے، افلاک سے تارے گئے
 بیڑیاں پائے یقیں میں کس طرح ڈالی گئیں
 شہبازِ فکر کے پر کس طرح کاٹے گئے
 پتھروں کے شہر میں جشن چراغاں ہو گیا
 شدتِ جذبات میں سینے کئی توڑے گئے
 جن کے دم سے زندگی بھی رقص کرتی تھی کبھی
 دشتِ تنہائی میں وہ انسان بھی دیکھے گئے
 علم ان کا بن گیا ان کی جمالت کی دلیل
 جب بھی ہاتھی دیکھنے کے واسطے اندھے گئے

بے حسی کی تیرگی میں اک تم ساشائی نہ تھا
 ایسے عالم میں بھی زیور مانگ کر پہننے گئے
 اپنی ہی آواز سے ڈرنے لگے سب آدمی !
 بڑھتے سائے دیکھ کر سب آدمی گھٹتے گئے

کارنامے ہی فقط ارہ جائیں گے تاریخ میں
 ورنہ اس دُنیا میں واصف آدمی آئے گئے

دُشمن ہے میری جان کا ہر آدمی جہاں
 اس شہر کو میں آج بھی کہتا ہوں جانِ جان
 صحرا سے اُٹھ رہے ہیں گولے نئے نئے !
 منزل کا ہے نشان نہ رہا نہ کارواں
 کیا روسیاء رقیب کو بختِ رسا بلا
 اس کا بھی نام نامی رہا زیبِ داستاں
 ساحل سے دیکھتا ہے مجھے میٹرا ناخدا
 کشتی شکستہ حال ہے طوفاں کے درمیاں
 گُل کر دیئے قضائے تمناؤں کے چراغ
 لو دے رہا ہے دور تک پھیلا ہوا دھواں
 پیسے یہ ستم بھی آپ کا بالائے ہر ستم !
 "مارا یہ غمزدہ کشتی بدنام آسماں"

اب خاک چھانٹتے بھی تو واصفِ نمل سکے
 مدت سے ہو چکا ہے وہ سوتے غم رواں

راستہ منزل مقصود کا دشوار بھی ہے
 سر پہ لٹکی ہوئی اندیشوں کی دیوار بھی ہے
 تو ثنا سائے حقیقت ہے یہ تسلیم مجھے
 ہاں مگر پاس ترے جُرات اظہار بھی ہے
 جو بھی آتا ہے نظر بھائی نظر آتا ہے
 کوئی اس شہر میں یوسف کا خریدار بھی ہے
 چار تنکوں کے لئے برق کو زحمت کیوں ہو؟
 آشیاں جس پہ ہے وہ شاخ ثمر دار بھی ہے
 بہر رہا ہے مرے رستے میں لہو کا دریا
 سامنے آنکھوں کے اک شعلے کی دیوار بھی ہے
 ایک گرداب سے مرمر کے سفینہ نکلا
 سر پہ طوفان بھی ہے سامنے منجد ہار بھی ہے

کس سے پوچھوں گا میں اسبابِ تباہی امیت
 "خافا ہوں میں کوئی صاحبِ اسرار بھی ہے"

خم ہوا سر اگر تلم نہ ہوا
 کب جنوں کشتہ بستم نہ ہوا
 کون ہے جس کو تیرا غم نہ ہوا
 ہم پہ تنہا ترا کرم نہ ہوا
 اک غزل تھی جو گنگنا نہ سکے
 اک فسانہ تھا جو رستم نہ ہوا
 وصل کا تذکرہ فراق کا غم
 آپ کا ذکر تھا کہ کم نہ ہوا
 جو جہاں کی نظر سے چھپ گئے
 اک قیامت ہوئی مہم نہ ہوا
 اک قدم دار، اک قدم پہ رسن
 دو قدم عزم، ہمت دم نہ ہوا

دم نکلتا نہ کس طرح واصف
 دم ہوا گیسوؤں کا خم نہ ہوا

بزمِ رنداں میں نیا راز کھلا آج کی رات
 حُسنِ خود شوخیِ رندانہ ہوا آج کی رات
 رقصِ بسمل نے کسی دل میں اٹھائے طوفان
 شمعِ افسردہ کہ پروانہ جلا آج کی رات
 جھوٹا دلِ میخانہ کہ ساقیِ رقصاں
 خوب پیمانے پہ پیمانہ چلا آج کی رات
 سینہ طور سے خوابیدہ فسانے چھوٹے
 قومِ موسیٰ کو نہ عنوان ملا آج کی رات

آجِ واصِف نے سہرِ بزمِ تماشا دیکھا
 دلِ صد چاک کا ہر چاکِ سلا آج کی رات

غم ہائے زمانہ سے کنار نہ ہوا
کل تک جو ہمارا تھا ہمارا نہ ہوا

ہستی میں اگر رنگ سے تو اپنے لہو کا
وہ دل بھی کوئی دل ہے جو پارا نہ ہوا

دُنیا کو مسیحانے مسیحائی دکھائی !
اک اپنے ہی بیمار کا چارہ نہ ہوا

دور ہے پر آکر میں یہی سوچ رہا ہوں
کیا ہو گا اگر مر کے گزارا نہ ہوا

دُنیا کے لئے عام صلائے طلبی ہے
اک جُرم ہمارا ہی گوارا نہ ہوا

ہر آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو نہیں آنسو
مٹی میں جو مل جائے ستارہ نہ ہوا

کب ذکر جفاؤں کا تیری ہم نے کیا ہے
واصف تجھے رسوا کرے یا را نہ ہوا !

بلبل نے کیوں گایا گانا
پھول گریباں چاک پُرانا

میرا غیر نہیں ہے کوئی
میں سب کا جانا پہچانا

میرا حصّہ اڑھائی فیصد
تم نے انکم ٹیکس بچانا

میں قادرِ جبار قہار
کب تک ہے رحمان کھلانا

رِشوت سود شراب حرام
میرا ان سے بُر پُرانا

میں ہوں سب سے ارفع اعلیٰ
تو نے مٹی میں مسل جانا

تیرا مرجانا ہے لازم
میں نے اک باقی رہ جانا

کون ہوں میں معلوم ہوا
واصف میرا ہے دیوانہ



کیسے کون کرے متوالا !
بات انوکھی رازِ نرالا !

دل ہی دل کی بات نہ جانے
ترپے پھڑکے بھولا بھالا

عقل ہوئی حیرت میں گم
عشق نے کاروبار سنبھالا

ہستی زلف ہے موت کا شانہ
رہبر اپنا گیسوؤں والا

علم کی کھیتی خشک ہوئی تھی
جھوم کے اٹھا بادل کالا

واصف کو معلوم نہیں ہے
کس چتون کا ہے متوالا

گھر میں قیامت آئی ہے، ہر سمت ہوا محشر برپا
ٹوٹی ہوئی کشتی نے شاید نزدیک کنارہ دیکھ لیا

یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کا جادو ہے
یوں تیری تمنا میں ہم نے یہ عالم سارا دیکھ لیا

میری ہی طرح مجبور ہے وہ پابند ہے وہ میرے جیسا
پلکوں پہ تری ہم نے اپنی قسمت کا ستارہ دیکھ لیا

جو وقت پہ کام آسکتے ہیں وہ بازو اپنے ہوتے ہیں
اللہ کا سہارا کافی ہے غیروں کا سہارا دیکھ لیا

کھنے کی نہیں یہ بات مگر کہتے ہیں یہی سب اہل نظر
پامرد ہے وہ راہی جس نے منزل کو دوبارہ دیکھ لیا

غمِ جاناں کے ماسوا کیا ہے !
دلِ صد چاک میں بھلا کیا ہے

مرگِ ہستی ہے حاصلِ ہستی
اور اس مرض کی دوا کیا ہے

برقِ جلوہ فگن نشیمن میں !
تو مگر خوش ہے ماجرا کیا ہے

دارِ ہستی کو سرفراز کرو
رقصِ بسمل میں اب رکھا کیا ہے

پھر وہی آرزوئے رُسوائی
”دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے“

ایک داصف نہ ہو تو غم کیسا
حسنِ صدرِ نگِ یہ ادا کیا ہے

آج دلِ ذکرِ یار کرتا ہے !
 پھر مجھے بے قرار کرتا ہے
 مجھ کو آنسو ملے مقدر سے
 تو کہاں اُنکسار کرتا ہے
 دلِ حُکے خاک میں مگر تیرا
 دلِ اُنھی انتظار کرتا ہے
 بھول کر بھی تجھے نہیں بھولے
 بدگماں شرمسار کرتا ہے

شمع جلتی ہے اور پروانہ
 جلنے والوں سے پیار کرتا ہے
 ایک بار اور کیجئے وعدہ
 کون اب اعتبار کرتا ہے

شامِ غم آگئی مگر دامنِ وفا
 سایہ زلفِ یار کرتا ہے



آئی ملن کی بیلا !
 سانجھ بھئی جھوٹے بیلا
 آج میرے گھر ہے میلہ
 نین ملائے دل مہیلا

رُت بدلی موسم بدلا
 اب ادلے کا ہے بدلا

مستی میں بادل کالا
 بھاگ کٹورا دل کالا

اپنے سے اوپر کالا
 میں آفت کا پر کالا

تو جانے وہ ہے لالہ
تیری جان کا ہے لالہ

تن اجمرد ہے من کالا
لا میں پھیروں منکالا

واصف کس کا متوالا
جانے جو ہمت والا



رام رام رام

بگلا کھڑا ندی کنارے کے رام رام رام !
 اک مچھلی جو بھیجی ہو میں مانوں تو ہے رام !
 مچھلی بولے رام سے رام رام رام !
 اس موذی کو ماریو تب ہم جانیں رام
 رام کے دونوں سے تم دونوں جھوٹے ہو
 رام سے مانگو رام کو پھر کچھ اور کہو

اب کیوں آتشِ نِراش بھی

میں نرمل بہتی ندیا
دھرتی پر اکاش بھی

اب کیوں آتشِ نِراش بھی

تو مدوا کا ہے ساگر
میں ندیا کی پیاس بھی

اب کیوں آتشِ نِراش بھی

میں کل تک برباکی رین
اب میں پور نماش بھی

اب کیوں آتشِ نِراش بھی

میں سوئی جگ بیت گئے
اب میں جگ پر کاش بھی

اب کیوں آتش نراش بھی

واصف سورج مکھ لے کر
بورے رین اماش بھی

اب کیوں آتش نراش بھی



نین کٹورے مد بھرے چھلکت ہیں دن رین
نین پیاسے نین کے نیر نین کے بین !

گجر بجا بھونچال کا ہلے بھوم پاتال !
مورکھ پگ پسار کے سویا ہے سُکھ چین

دیپ جلا کے من کو دیوالی کر جائے
تن من اُگ لگائے کے ملے تان کا سین

شام ملے گا شام کو دن دکھڑوں کا دیس
درس پیاسی داسی آئی، آئی ملن کی رین

کاگا آن اٹریا، بیٹھا چپ اُداس
کاہ کروں کت جاؤں میں کون سُنے گا بین

واصفِ سُدھ بُدھ کھو گئی جانے جو چت چور
کس برتے گر پایا، اب کا ہے بے چین !

ندیا رو رو گیت سُنائے
 گاگا کے ساگر مل جائے
 جب تک بہتی ہے ندی
 ہیں پریت ساگر ہمسائے
 ندی کنارے رونا کیا
 پریت نے ہیں نیر بہائے
 ندیا پریم کسان ہے
 مورکھ تجھ کو سمجھ نہ آئے
 جن راہوں سے گذر ندیا
 سندر آشا پھول کھلائے
 سب کی پیاس بجھا کر دھو صف
 ندیا آپ پیاسی جائے

تو میرا اپمان نہ کر
چھوڑ مجھے حیران نہ کر

ہگ بھاگا بھاگڑائی
اب تو رام رحمان نہ کر

دھڑکتی کے اندر دھڑکا
اب تو بان کمان نہ کر

دیکھ لیا تیرا جو بن !
موت کی مورت تان نہ کر

ماٹی کھا مٹی میں جا !
ہائے میرا سامان نہ کر

تو نے کھایا ہے مزدور
تو ظالم ہے دان نہ کر

میں ہوں تیرے دل کا چور
 بچ کر دیکھ گمان نہ کر

رشوت کھا تو بہ کر جا
 ڈر جھوٹا پیمان نہ کر

واصفِ اگنی سے کھیلے

کون کسے شمشان نہ کر!



ٹوٹ گیا آشا کا تارا
کون کرے اب پرچارا

آپس میں دونوں پریمی ہیں
اللہ تیرا رام ہمارا

تارا آن گرا دھرتی پر
گر کے ٹوٹا بیچارہ

نہیں کسی آکاش کا درمیں
آنسو آشاؤں کا تارا

میری رات بڑی روشن ہے
ہر تارے میں ہے سوتا راز

ساجن چرن ہی چین ملے گا
جیت اسی کی جو ہارا

جنگل بیلہ دھوم مچا ہے
گاتا جاتے بنجارہ

راگی روگی راگ الاپ
ٹوٹ گیا من کا تارا !

من موہن من کے اندھ
مورکھ نے کب من مارا

میری پیاس کی بات نہ کر
پی جاؤں ساگر سارا

گر جانے گر کس کا ہے
واصف گر کا ہر کارا



من کی بات سُناؤں کس کو
اپنے جیسا پاؤں کس کو!

اندھے رہبر اندھے پیر
رہبر پیر بناؤں کس کو

شیش محل اب گرتے جائیں
شیشہ میں دکھلاؤں کس کو

میں مُستی کا میخانہ ہوں
کون ہے مُست بناؤں کس کو

واصف کے گھر دیوالی ہے!
آنکھن ناچِ نچِ پاؤں کس کو

تجھ کو کھٹ سے پیار ہے مجھ کو چوکھٹ سے
 میں ہوں پریم کتھا میرا کیا مرگھٹ سے
 ندیا روتی جائے بنسی کیوں ٹوٹی
 پنہارن کی بات ہے پوچھو پن گھٹ سے
 مکھ دکھلانے کے دن آئے سامنے آ
 کب تک بات کر دگی گوری گھونگٹ سے
 جیسی جا کی چاکری ویسی وا کی ریت
 ہیر نے ہیر بنایا رانجھے کو جٹ سے
 اگنی جل میں لاگی، مائی پلون چلی
 پریتیم پریم بچائے گا اس کھٹ پٹ سے



تیرے گھر من موہن آئے دیپ جلا !

چرنوں میں رکھ سیس کو گوری تو جھٹ سے

ان شمشان بنے گا تیرا شیش محل

بجلی ورشا ہو گی اڑتے راکٹ سے

گر کی بات کہے گا گر کا نام نہ پوچھ !

ہو جائے گا مچلا واصف جھٹ پٹ سے



روگی روگ سُنائے جا !

مست بنا مستی میں آ

ساجن شاید رُوٹھ گئے !

کیوں چُپ بیٹھا ہے کاگا

بیتے دن کیا یاد آئے

بنسی گائے کیوں رادھا

تو ہر جانی میرا کون

میں ہوں اپنے مولا کا

میرے من مندر میں کون

چھوٹا مالا کا منکا

راون کو بھی رام کرے

سجدہ تیری چوکھٹ کا

میں مدد کا ہوں ساگر
آئینوں سے نین ملا

تارے سمے چندر سے
چندا پہ سورج چھایا

واصف کس کا امر ہوا
سورج کیوں ڈر کے لوٹا



سانس کی ڈوری کھٹی جائے
تو بے کار ترانے گائے

رب رُوٹھا راضی ہو جائے
رُوٹھے دل کو کون منائے

بھور بھئی کا گجسر بجا ہے
بیت گئے راتوں کے سائے

تاریکی دم توڑ رہی ہے
پردانوں نے دیپ جلائے

میرا انگ انگ ناچ رہا ہے
میرے گھر من موہن آئے

سکھیوں نے پھر سادن گایا
جھوم کے کالے بادل آئے

ہجر کی رات ہوئی دیوالی
ہم نے دیپ پہ دیپ جلّے

سایہ بھی منظور نہیں ہے
تیرا عشق اکیلا جائے

خود کو اپنی آنکھ سے دیکھا
خود روئے خود ہی مسکائے

واصف گہرا راز کسی کا
باتوں باتوں میں کھو جائے

تیری راہ میں میں مر جاؤں
تب جا کر تیرا کسلاؤں !

میں سندر سپنوں کا دیش !
آشاؤں کا گیت سناؤں

تو کھو جائے ڈھونڈ نکالوں
اب تو ڈھونڈ کہ میں کھو جاؤں

میرے ہاتھ میں ہاتھ کسی کا
اب میں کس سے ہاتھ ملاؤں

حسرت جن آنکھوں سے ٹپکے
میں ان سے کیا نین ملاؤں

واصفِ وحدت ہے جگ کثرت
ہر چہرے میں خود کو پاؤں !

میں ہوں گیتوں کی مالا
اپنے ساز اٹھا کر لا

پریم پون اب اٹھاتی
رُت بدلی موسم بدلا

سات سُرور کا ہے سُرگم
میں گاؤں جھوٹے بیلا

اک رادھا کے رُوپ ہزار
کھلا ، بھلا اور سہرا

تو سمجھے میں ہوں پاگل !
میں جانوں تو ہے پگھلا !

مان بھی جا رُوٹھے ساجن
آنہنیوں سے نہیں ہلا !

ہر جاڑوپ ہری کا ہے !
لیکن وہ ہر شے سے جدا

بیت گئے براہ کے دن
آئے شام تو دیپ جلا

واصف جانے بات اگم
چپ سادھے بیٹھا مچلا



پگ پگ روتی آئی داسی چہرہ میں
اگل لگا کے لائی اپنے تن من میں !

جنگل بیلا ڈھونڈ پھری جوگن تیری
سب سے نوا کے دیکھا تو ساجن تھامن میں

رُت ملن کی آئی بیلا جھوم گیا
پون چلی اٹھلائی، جو بن ہے بن میں

پنہارن گاگر بھر لائی پن گھٹ سے !
ٹوٹ گئی گاگر، آنسو ہیں نینن میں !

واصف پریم کی اگنی اگنی سے کھیلے
بندھی بات نہ آئے بنیا بندھن میں !



شام بھئی تو اب گھر چل
 دیکھ لیا تیرا حاصل
 اُمجدھار سے کھیلے یار
 تو کیوں ڈوب گیا حاصل

میں کیا جانوں زیست ہے کیا
 میری موت نہیں منزل

میں کس کی آواز بنا
 کانپے پتھر کا بھی دل

میں کیا جانوں کون ہوا
جو ہر ذرے میں شامل

وحدت کثرت ایک ہوئے
ایک مسافر اک منزل

ہم واصل سے دُور بھلے
کون کرے خود کو بے کل!



گیت سُناؤں ، میں کیا گاؤں
میں آنسو ہوں ، روتا جاؤں

سب کو دیکھوں ، خود چھپ جاؤں
ندی کنارے زیر ہساؤں

گاہ کروں میں اب کت جاؤں
پاس رہوں اور ہات نہ آؤں

تن من اگ لگا کے جاؤں
دیکر راگ سُنا کے جاؤں

موت سے کھیلوں کھیل نہ پاؤں
زیست کا نقش مٹاتا جاؤں

تندیا پھینوں گجر بجاؤں
سُندر پسنے یاد کراؤں !

خود جھوموں، خود گاتا جاؤں
 اُتھ کو بھی مست بناؤں

کون سُنے کس کو سمجھاؤں
 میں خود کو ہی جان نہ پاؤں

ذّرے میں صحرا ہو جاؤں
 قطرے میں دریا ہو جاؤں

راز نہ کھولوں، خود کھو جاؤں
 واضح جاگے، میں سو جاؤں

رات کٹی تارے گن گن !

چین نہ آئے صاحب بن !

حسن ازل کے روپ نئے !

دن سے رات اسی سے دن !

موت بنی ہستی کی راہ !

ہستی ہست کی ہے مدفن

چاک کھلے سلتے سلتے !

ہوش و خرد کے اب کیا دن

پچھم سے نکلا سورج

دیکھ لیا مولائی فن !

مست ہوا ذرہ ذرہ

آیا کون میرے آنکھن

واصف کی باتیں نہ سن

کھا جائے گا تجھ کو جن !

مور چُنر یا ڈھلکی میں کیا جانوں رے !
 مور گگنر یا چھلکی میں کیا جانوں رے !
 شام مُر لیا بس گئی، موری نس نس میں
 گونجی کوگ کوتل کی میں کیا جانوں رے !
 نین ملے نینوں سے دل میرا دھڑکا
 جھنک ہوئی پائل کی میں کیا جانوں رے
 میں چاہوں مَن موہن کو وہ کت کو چاہیں
 بات کسی کے دل کی میں کیا جانوں رے
 گھائل کی گت گھائل جانے میں بولی !
 کون سُنے گھائل کی میں کیا جانوں رے
 میں سکھیوں سنگ گاؤں، برکھارت ہے آئی
 بجلی کس بادل کی میں کیا جانوں رے

بھولی بسری بات ہوں میں اتنا جانوں !
 آج کی ہوں یا کل کی میں کیا جانوں رے
 میری پاگل پریت ہے میں اتنا جانوں !
 کون سننے پاگل کی، میں کیا جانوں رے

اس کل جُگ میں دِ اَصَف کل کی بات کہے
 ہوک ہے کس بے کل کی میں کیا جانوں رے

میں زردوش ہرے ساجن !
 میں رکت جاؤں تیسرے بن
 تیری یاد کے دیپ جلا کر
 میں نے رات بنائی دن
 میرے من کی پیاس بٹھا کر
 اُساجن اُجا ساجن !
 نین کوار نراش کھلے !
 مان بھی جا اب دے درشن
 میں برہا کی کالی رین
 تو سورج تیرا ہے دن !

مجھِ نردھن کی آتش نہ توڑ
 او نہ موہی من موہن
 میں سوؤں کیسے سوؤں
 میں جالوں نہ دیا بیرن
 میں ہوں دھول کہاں جاؤں
 میں اب آن لگی چہر ن

تو جگ جوگی راگ الاپ
 میں ناچوں میں ہوں جوگن

میں متوالی اب کیا ڈر
 تو ہرگن میں ہے نہ گن

میرے ہر دے اٹھی ہوک
کون سنے گا ساجن بن

تیرا میرا کھیل الگ
میں روؤں تو تارے گن

گگ پگ پگ زہیر بہا کر دامِ مَف
گتس کی راہ کرے روشن

میں کیا گاؤں تو بتلا
سارے گاما گارے سا!

ادمنہ پھیر کے جانے والے
دوش ہرا بتلا کے جا

سُورج بنسی نام ہرا
تو جانے جب ہو رادھا

میرے رُوپ الوکھے ہیں
رام بنوں چاہے سیتا

راجھا مجھ کو ہیر کے
ہیر کے میں ہوں راجھا

پلکے نام نہیں ہے ذات
نام ہزاروں اک داتا

بہسی پریم بجاتا ہوں
نہ میں شام نہ میں رادھا

میں ہوں پریم میرا کیا نام
نہ میں ہیر نہ میں رانجھا

میرے گھر میں من موہن
دیرانہ آباد ہوا

واصف سے جب آنکھ ملی
آنسو پھوٹے، دل دھڑکا

تارہ ٹوٹا دیکھ کے دل نے کی پکار
مجھ کو کوئی نہ دیکھت میں ٹوٹا سوار

دُنیا نیچ ہے نیچ کی ہم دُنیا سے دُور
نیچ ملے گا نیچ کو، ملے یار سے یار

میں دھرتی کا راز ہوں میں آکاش کا دل
میں ہوں پریم کی راگنی، میں اتم فنکار

میں نردھن کا دھن ہوں میں ہرک کی ہوک
میں بن جل کے ماچھری میری لیجوسار

میں راتوں کا دیپ ہوں جل جل کاٹوں رین
انت سویرا ہوئیگا رین گھڑی دوچار

میں گرجی کا بالکا بک بک گرجاؤں
میں آؤں ہر روپ میں، مرے روپ ہزار

میں بابل کے آگناکب تک کھیلوں کھیل
میں پردلین جانتی کھیلن کے دن چار

واصف لگلا ہوئے کے پہنچا بیچ بازار
بولا لگلو سنو اب کے تمہری بار

سجی ساجن اگئے گھونگٹ کے پٹ کھول
ساجن تو من میں بسے من کا منکا رول !

پلک جھپک میں رین کٹے، رین کٹے کیا دیر
ننڈیا بیرن پریم کی کر ننڈیا پرچول

ساجن سیوا سکھ ملے، سیوک سدا بہار
رنج ملے سکھ جانیو خوش ہو کھائیو کول

ساجن چرن میں چین ملے رہیو سیس نوا
وہ بولیں دم سادھیو کھلے نہ ڈھول نہ پول

ساجن کے من تب بسے جب ساجن کی ہو
رہیو نین نوازے کے میٹھی باقی بول !

واصف اپدیشک بھیو گر کی بات کہے !
تمری جیسی لاکھ ہیں ساجن ہیں انمول !

لاج کہے لجنوتی لو بھی بچیت رام
 پیسہ بیری پریم کا پریم بنا کیا رام

ٹھا کر دوارے میں کھڑی آئی بیس نوا
 میں مندر کی مورتی میرا نہ کوئی نام

”کاگاسب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس“
 تو مورکھ کو کھائیو جے نہ جا پے رام

”دونین مت کھائیو پیا ملن کی آس“
 جن نین میں پی بسے کاگ کھے پر نام

اللہ ہی پر ماتما اللہ بنسی راگ
 رادھا پریم کی آتما اتم پر مٹم شام !

واصف جگ بتائے کے ملی رین سہاگ
 میں چرنن کی دھول ہوں آئے دوارے شام

چل ری سکھی اس پار، سجن تو ہے یاد کرے
 بابل پیت بسار، سجن تو ہے یاد کرے

آنکھ کھیلیں سکھیاں ساری، جانا سب نے باری باری
 کھیلن کے دن چار، سجن تو ہے یاد کرے

بیت گئی ہے عمر یا بالی، مر لی سُن من موہن والی
 اب کیا سوچ بچار، سجن تو ہے یاد کرے

ہوک اٹھت ہے من میں تو ہے شام بُلکے بن میں
 پائسیا کی جھنکار، سجن تو ہے یاد کرے

موہن نہ بھاگن کے میت، بنی گائے پیت کے گیت
 اس بن کون ادھار، سجن تو ہے یاد کرے

داصف اگنی من میں لاگی، سوئی رادھانت ہے جاگی
 رت بسنت بہار، سجن تو ہے یاد کرے !

مولیٰ چنر یا رنگ دیوپی نے اپنے رنگ

نین سے نین ملائے کے کاہ کر داب بین
ساجن تو من میں بسے سگلت کیوں دن رین

من مندر کی مورقی من کو ہی تڑ پائے
دیش بدیش بنائے کے اب کاہے کو جائے

سکھیاں ہمری سکھ بسیں میں دکھیاں ایک
میں سسرال کو جانتی وہ نہ جانیں میک

پر بت کانپنے خوف سے تو بھاگے منہ زور
ساجن تیرے میت ہیں تو ساجن کا چور

پیت کی ریت نہ پوچھتے پیت، اپنی ریت
ریت کے مرجاتیے موت ملن کی ریت

پریم کرے پر ماتم، پریم کی پر لو موہ
پر لو سے مورکھ ڈرے جے کے پریم نہ ہو

واصف گر کے چرن سے گر کی بات ملے
تو دھنوتی بالکا گر سے نین ملے !

واصف جل میں اگ ہے پرت دوڑا آئے
دھرتی گرے آکاش پر مورکھ سمجھ نہ پائے

آشا بھری عمریا پگ پگ ڈولے ناؤ !
بے آشا کھیون ہار ہے چلے بچ بچاؤ

لو بھی منوا شہد میں مکھی بن کے بیٹھ
جان گئی ہے لوبھ میں منوا شہد کے بیٹھ

مورکھ اکھیاں پھٹاڑ کے دیکھے میری اور
راز نہ جانے سادھ کا چور نے دیکھا چور

واصف لگلا ہوئے کے پہنچا بیچ بازار
بولا لنگوٹن، لیو اب کے تھری بار

موری چنری رنگ دیوپی نے اپنے رنگ
اب سکھیاں تم کاہ کہو میں چلی پی کے سنگ

من موہن من موہ کے من کا موہ بھٹے
من میں جب سے موہن بسے ہم من موہن ہوئے

تن من لا کے اگنی نین درشا ہو
لکڑی جل کے کوئیدہ بھتی نین نراش نہ ہو

تم بیتا کے دیش ہو ساری بیتا ایہ
آج آئے کل جاؤ گے بیتا ڈارو کھیہ

پتلی کھیل ہے دُنیا دُوری کس کے ہاتھ
جا جنگل میں باسیے کوئی نہ جائے ساتھ

میں ناچوں جگ ناچتا میں روؤں جگ روئے
ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے

لُٹا دل پر ماتما پر سی مایا پریت !
واصفِ بانی گمر کی بنیا کس کا میت

ساجن بسیں آکاش پہ کس بد ملنا ہو
ہر بھجن تو روئے کے ہری ملے گا رو !

لے دے کر کے بانیا عمر اکارت کھوئے
خالی دیکھ کے رد کڑی ہات ملے اور روئے

کاگا چوری کھائے کے بیٹھا چپ اُداس
ہم جانیں کیا بات ہے ہم چلے پی کے پاس

گر گردوں کا واہ گرد میں گر جی کا گر !

میں راگوں کا راگ ہوں سات سروں کا سر

پریت ہے مہا اتما پنہارن کی پر بہ

سکھیوں کے سنگ کھیلتی بھولائی گا

پریت نیر ہے ندیا کو مل نرمل پریت

دم سادھے جگ بیت گئے انت طے ساگر

من مندر کی مورتی نہ دکھلائے مکا

نین سے گنگا بہے من کا اک منہ

بنیا بیری پریم کا پیسہ گنتا جائے

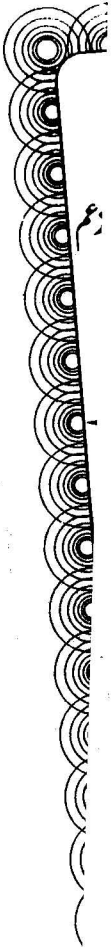
تن اجرو من کوئلہ ناگ چلے کھپر

امر رہے گی اتما مایا کو ج کا گھوشہ

پریمی کو پرستیں مئے مورکھ کو گھبرا

اتم سے اتم ملے، ملے پیچ سے پیچ

گر جی پریت پریم کا واسطہ اک کنکر



اللہ

- ☆ جتنا تم اللہ پر راضی ہو اتنا اللہ تم پر راضی ہے۔
- ☆ اللہ کی عطاؤں پر الحمد للہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہئے۔
- ☆ اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔
- ☆ اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے۔
- ☆ جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔
- ☆ اللہ ہر آخر کا اول اور ہر اول کا آخر ہے۔
- ☆ اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لئے غم بن جاتا۔
- ☆ اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

توبہ

☆ اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے دُعا
آگہی سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے
نہ بچا سکے تو اسے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی
ضد سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو یاد آجائے کہ کامیاب ہونے کے لئے اس نے کتنے
جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے
جان لینا چاہئے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ نہ سمجھے وہ بد
قسمت ہے۔

☆ ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہئے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ
عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔

واصف علی واصفؒ

تصانیف

واصف علی واصفؒ

- | | | |
|----------------|------------------|-----|
| (نثر پارے) | کرن کرن سورج | -1 |
| (مضامین) | دل دریا سمندر | -2 |
| (مضامین) | قطرہ قطرہ قلمزم | -3 |
| (اردو شاعری) | شب چرلغ | -4 |
| | The Beaming Soul | -5 |
| (پنجابی شاعری) | بھڑے بھڑولے | -6 |
| (مضامین) | حرف حرف حقیقت | -7 |
| (اردو شاعری) | شب راز | -8 |
| (نثر پارے) | بات سے بات | -9 |
| (خطوط) | گمنام ادیب | -10 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۱ | -11 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۲ | -12 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۳ | -13 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۴ | -14 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۵ | -15 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۶ | -16 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۷ | -17 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۸ | -18 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۹ | -19 |
| (سوال جواب) | گفتگو - ۱۰ | -20 |

کاشف پبلی کیشنز ☆ ۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن - لاہور